48

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا 34واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

24 تا 30 جمادی الثانی 1447ھ / 16 تا 22 دسمبر 2025ء

اس شمارے میں

16 دسمبر: شکست نہیں
احتساب، شعور اور سبق کا دن

سات خوش قسمت ترین انسان

قرآن ''حبل اللہ'' ہے!

سودائی بت خانہ ہے!

بچوں کی تربیت میں ماں کا کردار

لبرل ازم، سقوطِ ڈھاکہ
اور پاکستان کا مستقبل

شافع محشرؐ کی مسلمانوں کے قرآن مجید سے اعراض کی شکایت

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾﴾ (الفرقان)

''اور پیغمبر (ﷺ) کہیں گے کہ اے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔''

آیت سے ظاہر یہ ہے کہ قرآن کو مہجور اور متروک کر دینے سے مراد قرآن کا انکار ہے جو کفار ہی کا کام ہے۔ مگر بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ جو مسلمان قرآن پر ایمان تو رکھتے ہیں مگر نہ اس کی تلاوت کی پابندی کرتے ہیں، نہ اس پر عمل کرنے کی۔ وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے قرآن پڑھا مگر پھر اس کو بند کر کے گھر میں معلق کر دیا کہ نہ اس کی تلاوت کی پابندی کی، نہ اس کے احکام میں غور کیا۔ قیامت کے روز قرآن اس کے گلے میں پڑا ہوا آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرے گا کہ آپ کے اس بندے نے مجھے چھوڑ دیا۔ اب اس کے اور میرے معاملہ کا فیصلہ فرمائیں۔'' (قرطبی)

تو غور کا مقام ہے کہ حشر کے میدان میں جب شافع محشر دربار خداوندی میں یہ شکایت فرمائیں گے کہ اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز کر رکھا تھا اور قرآن کریم فریاد کرے گا کہ مجھے چھوڑ دیا گیا تھا تو اس وقت کیا تدارک اور کیا تدبیر ہو سکے گی۔ رسول اللہ ﷺ کے ان الفاظ اور قرآن کریم کی اس شکایت سے بچنے کی اور کیا صورت ہو گی خداوند قدوس کی گرفت سے بچنے کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس قرآن کریم کی طرف سے ہماری آنکھیں اس دنیا میں کھول دے اور اس کے حقوق کو پہچاننے اور ان کے ادا کرنے کی توفیق اور سمجھ عطا فرما دے اور قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے شرمندگی اور ندامت سے بچا لے۔

مفتی محمد شفیع ؒ
تفسیر معارف القرآن

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

الھدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1162

اسلام دینِ فطرت ہے

سُورۃُ الرُّوم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:29، 30

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَہۡوَآءَہُمۡ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ۚ فَمَنۡ یَّہۡدِیۡ مَنۡ اَضَلَّ اللّٰہُ ؕ وَ مَا لَہُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمۡ وَجۡہَکَ لِلدِّیۡنِ حَنِیۡفًا ؕ
فِطۡرَتَ اللّٰہِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡہَا ؕ لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ ٭ۙ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿٭ۙ۳۰﴾

آیت:۲۹ ﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَہۡوَآءَہُمۡ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ۚ﴾ ’’بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ان ظالموں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی ہے بغیر کسی علم کے۔‘‘

﴿فَمَنۡ یَّہۡدِیۡ مَنۡ اَضَلَّ اللّٰہُ ؕ﴾ ’’تو اُس شخص کو کون ہدایت دے گا جس کو اللہ نے بھٹکا دیا ہو!‘‘

اگر کسی کی ہٹ دھرمی کی سزا کے طور پر اللہ ہی نے اس کی گمراہی پر مہر ثبت کر دی ہو تو وہ ہدایت کیسے پا سکتا ہے؟

﴿وَ مَا لَہُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿۲۹﴾﴾ ’’اور اب ان کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے۔‘‘

آیت:۳۰ ﴿فَاَقِمۡ وَجۡہَکَ لِلدِّیۡنِ حَنِیۡفًا ؕ﴾ ’’پس تم قائم رکھو اپنے چہرے کو (اللہ کے) دین کے لیے یکسو ہو کر۔‘‘

تم اپنے کردار میں ایسی توحیدی شان پیدا کرو کہ تمہارا ایک ایک عمل گویا اس دعوے کی گواہی بن جائے: ﴿قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶۲﴾﴾ (الانعام) ’’آپؐ کہیے کہ میری نماز‘ میری قربانی‘ میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے‘‘۔ اور دنیا کے تمام جھمیلوں کو چھوڑ کر اپنی توجہ ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف اس انداز سے مرکوز کر دو کہ تمہاری زندگی کے شب و روز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان الفاظ کا رنگ جھلکتا نظر آئے: ’’میں نے تو اپنا رُخ کر لیا ہے یکسو ہو کر اُس ہستی کی طرف جس نے آسمان و زمین کو بنایا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔‘‘ (الانعام:79)

﴿فِطۡرَتَ اللّٰہِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡہَا ؕ﴾ ’’اللہ کی بنائی ہوئی فطرت پر (قائم رہو) جس پر اُس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔‘‘

یہی فطرتِ سلیمہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تخلیق کی ہے۔ نسل انسانی کا ہر بچہ اسی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اس کی اس فطرت پر کچھ اور رنگ چڑھا دیتے ہیں یا اس کے ماحول کی وجہ سے اس کا رخ کسی اور طرف مڑ جاتا ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

﴿لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰہِ ؕ﴾ ’’اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔‘‘

یعنی اللہ کی بنائی ہوئی ساخت کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جس فطرت پر انسان کو پیدا کیا ہے، اس کو بگاڑنا اور مسخ کرنا جائز نہیں ہے۔

﴿ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ ٭ۙ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾﴾ ’’یہی ہے سیدھا دین‘ لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔‘‘

درس حدیث

قرآن کو یاد کر کے بھلانا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((عُرِضَتْ عَلَيَّ أُجُورُ أُمَّتِي حَتَّى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوبُ أُمَّتِي فَلَمْ أَرَ ذَنْبًا أَعْظَمَ مِنْ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ آيَةٍ أُوتِيَهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا)) (رواہ الترمذی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میرے سامنے میری اُمت کے اَجر و ثواب پیش کئے گئے یہاں تک کہ وہ کوڑا کرکٹ بھی جو آدمی مسجد سے نکالتا ہے (اس کا ثواب بھی پیش کیا گیا)۔ اور مجھ پر میری اُمت کے گناہ پیش کئے گئے تو میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ قرآن کی کوئی سورت یا کوئی آیت کسی آدمی کو (یاد کرنے کی توفیق) دی گئی اور پھر اُس نے اُسے بھلا دیا۔‘‘

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

24 تا 30 جمادی الثانی 1447ھ جلد 34
16 تا 22 دسمبر 2025ء شمارہ 48

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: رضاء الحق

مجلس ادارت: ● فرید اللہ مروت ● محمد رفیق چودھری ● وسیم احمد باجوہ ● خالد نجیب خان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
رضاء الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

16 دسمبر: شکست نہیں احتساب، شعور اور سبق کا دن

16 دسمبر کا دن پاکستان کی قومی تاریخ میں کچھ ایسی تلخ یادیں لئے ہوئے ہے کہ جنہیں پاکستانی قوم نے کبھی دل سے نہیں بھلایا اور جن کی تلخی وقت کے ساتھ کم نہیں ہوتی، بلکہ ہر سال اُس سے وابستہ زخموں کو تازہ کرتی رہتی ہے۔ پہلا 16 دسمبر 1971ء کو آیا تھا جب پاکستان کا ایک بازو کٹ کر الگ ہو گیا، آبادی اور وسائل کے اعتبار سے نصف سے زیادہ پاکستان، پاکستان نہ رہا۔ پاکستان کی ریاست 1947ء کے فوراً بعد سے دو جغرافیائی حصوں مشرقی اور مغربی میں منقسم تھی جس کے ساتھ بہت سے انتظامی، لسانی، سیاسی اور معاشی مسائل بھی جڑے ہوئے تھے۔ مشرقی پاکستان کی آبادی پاکستان کی مجموعی آبادی کا کم وبیش 55 فیصد تھی، لیکن فیصلہ سازی کا مرکز مغربی پاکستان تھا۔ 1948ء میں اردو کو واحد قومی زبان قرار دینے کے اعلان نے فسادات کو جنم دیا اور یہ احساس بڑھایا کہ مشرقی بازو کی تہذیبی شناخت کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ ملک کی بنیاد یعنی دینی شناخت کو چند ابتدائی سالوں کے بعد سے ہی ریورس گیئر لگا دیا گیا تھا۔ مشرقی پاکستان زرعی اور صنعتی پیداوار میں نمایاں تھا، لیکن ترقیاتی منصوبوں، وسائل کی تقسیم اور بجٹ میں اسے مسلسل محرومی کا سامنا رہا۔ یہ وہ ابتدائی دراڑیں تھیں جنہوں نے آگے چل کر ایک بڑے شگاف کی شکل اختیار کر لی۔ جمہوریت کی بساط لپیٹ کر ڈکٹیٹر شپ کے نفاذ نے ملک کے مشرقی بازو کو مزید کمزور کر دیا۔ پھر 1970ء کے عام انتخابات جو پاکستان کی تاریخ کے شفاف ترین انتخاب کہلاتے ہیں، انہی انتخابات کا نتیجہ پاکستان کے دولخت ہونے کا پیش خیمہ بنا۔ عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں اکثریت حاصل کی۔ آئین سازی اور اقتدار کی منتقلی پر حکومتِ وقت کی تاخیر اور باہمی عدم اعتماد نے بحران کو شدید کر دیا۔ مذاکرات بار بار ہوئے مگر کوئی سیاسی معاہدہ نہ ہو سکا۔

مارچ 1971ء میں آپریشن سرچ لائٹ کے آغاز نے صورت حال کو مکمل خانہ جنگی میں بدل دیا۔ یہ فیصلہ تاریخی، سیاسی اور عسکری اعتبار سے آج بھی شدید تنقید کا مرکز ہے۔ بھارت کو پاکستان کے اندرونی حالات نے ایک واضح موقع فراہم کیا، مکتی باہنی فعال تھی، مغربی پاکستان سے رابطہ مشکل تھا، عالمی سطح پر سرد جنگ اپنے عروج پر تھی۔ سوویت یونین اور بھارت کا معاہدہ، امریکا کی غیر فعالی اور چین کی محتاط پالیسی نے پاکستان کو سفارتی طور پر تنہا کر دیا۔ 3 دسمبر 1971ء کو پاک بھارت جنگ کا آغاز ہوا اور 16 دسمبر کو ڈھاکہ میں تاریخی ہتھیار ڈالے گئے۔ یہ ہتھیار ڈالنا صرف عسکری شکست نہیں تھی بلکہ یہ ریاستی حکمتِ عملی کی مجموعی ناکامی تھی۔ اکثر ذرائع کے مطابق اُس دن پاکستان کے 93 ہزار فوجی جنگی قیدی بنے، پاکستان کا مشرقی بازو علیحدہ ہو کر بنگلہ دیش بنا، اور ایک 'متحد' قوم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔

یہ سانحہ آج بھی کئی سوالات زندہ رکھے ہوئے ہے، جیسے کیا سیاسی قیادت دانشمندانہ فیصلہ نہ کر سکی؟ کیا عسکری قیادت زمینی حقائق سے بے خبر تھی؟ کیا ہم نے قومی وحدت کی بنیادوں کو ذاتی مفادات کے گرد گھومتے سیاسی و عسکری فیصلوں پر قربان کر دیا؟ کیا ریاست نے شکوے سننے، اختلافات

کا حل نکالنے اور عوامی فیصلوں کو قبول کرنے میں پس وپیش سے کام لیا؟ بڑوں کی انا کی ایسی ہی مثالیں آج بھی دیکھی جاسکتی ہیں گویا اتنے بڑے سانحہ سے بھی سبق نہ سیکھا گیا۔

پھر سانحۂ مشرقی پاکستان کا غم بھلانے کے لئے ہم نے اپنی تاریخ، نصاب اور میڈیا سے اِس کو ایسے نکال دیا جیسے اسے بھول جانا ہی مسئلے کا حل ہو۔ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کئی دہائیاں دبائے رکھی اور غیر ملکی میڈیا نے اس کو لیک کرنے کا دعویٰ کیا تو لوگوں کو جو معلومات ملیں وہ اُس سے زیادہ مختلف نہ تھیں جو سنجیدہ حلقوں میں پہلے بھی زیر بحث رہتی تھیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ قومی سطح پر تاحال اس موضوع پر وہ جامع مکالمہ نہیں ہو سکا جو ایسے سانحات کے بعد قومیں خود سے کرتی ہیں۔ ہم نے ذِمّہ داری کے تعین کے بجائے ماضی کو دفن کرنے کی کوشش کی، حالانکہ اجتماعی غلطیوں کا اعتراف ہی مستقبل کے راستے کھولتا ہے۔ 43 برس بعد اسی تاریخ کو پھر ماتم کیا گیا جب انسانیت سوز حملے میں پشاور کے آرمی پبلک اسکول کے 144 بچے اور اساتذہ شہید ہوئے اور 16 دسمبر کی سیاہی مزید گہری ہوگئی۔

سقوطِ ڈھاکہ ہو یا سانحہ اے پی ایس بظاہر دو مختلف نوعیت کے واقعات ہیں، مگر ان کے درمیان کئی گہرے معنوی رشتے پائے جاتے ہیں جن میں قومی صدمہ اور اجتماعی سوگ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ دونوں واقعات نے پوری پاکستانی قوم کو ایک ہی دن ایسی کیفیت میں مبتلا کیا جو صرف سیاسی یا عسکری نہیں بلکہ اخلاقی اور انسانی سطح کا المیہ تھا۔ 1971ء میں ایک بازو کا کٹنا اور 2014ء میں معصوم بچوں کا قتل، دونوں نے قومی شعور کو جھنجھوڑ دیا۔ دونوں سانحات کے پیچھے ریاستی سطح پر خامیاں نمایاں ہوئیں۔ یعنی 1971ء میں سیاسی مفاہمت کی ناکامی اور فوجی حل پر انحصار، 2014ء میں داخلی سلامتی کی کمزوری اور دہشت گردی کے خلاف ناکافی پیش بندی۔ 1971ء میں عام شہری، خواتین اور بچے براہِ راست متاثر ہوئے جبکہ 2014ء میں طلبہ اور اُن سے جڑے خاندان نشانہ بنے۔ دونوں مواقع پر بے گناہوں کا خون مرکزی حقیقت بن کر سامنے آیا۔ دونوں سانحات کے بعد یہ سوال شدت سے اُٹھا کہ ریاست، قیادت اور معاشرہ کہاں غلط ہوا؟ مگر افسوس کہ حقیقی اور مسلسل احتسابی روایت مضبوط نہ ہوسکی۔

تاریخ گواہ ہے کہ سانحہ 1971ء کے بعد بھی وقتی قومی یکجہتی ہوئی جس کی ضرورت اس سے پہلے تھی اور 2014ء کے بعد بھی پوری قوم دہشت گردی کے خلاف متحد دکھائی دی، مگر یہ اتحاد بھی زیادہ دیرپا ثابت نہ ہوسکا۔ دو مختلف سالوں کے کیلنڈر میں ایک ہی دن، ایک ہی سبق ملنا محض اتفاق نہیں ہے یہ دن پاکستانی تاریخ میں طاقت کے غلط استعمال، کمزور حکمرانی اور انسانی جان کی بے قدری کی علامت بن چکا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ جب ریاست انصاف، حکمت اور بروقت فیصلوں سے محروم ہو جائے تو نقصان صرف جغرافیہ کا نہیں، قومی ضمیر کا بھی ہوتا ہے۔ یہ دونوں 16 دسمبر ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ قومیں اپنے دشمنوں سے نہیں، اپنی غلطیوں سے زیادہ ٹوٹتی اور بکھرتی ہیں۔ اور حالات یہی بتا رہے ہیں کہ ہم اپنی غلطیوں سے سیکھنے کی بجائے اُن غلطیوں کے جواز ڈھونڈتے ہیں اور اپنے مخالف کی حق بات کو بھی صرف اس لئے درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے کہ یہ مخالف کے منہ سے نکلی ہوئی بات ہے۔ اپنی اقدار کو فراموش کر کے غیروں کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے ہم جہاں پہنچ چکے ہیں وہ اپنے اصل سے یوں تو بہت دور ہے مگر رجوع کرنے والوں کے لئے دور نہیں ہے۔ آج سیاسی اور عسکری پالیسوں کی وجہ سے دو صوبے سخت ناراض ہیں لیکن اُن کے جائز مطالبات کو سننے کی بجائے اُنہیں دہشت گرد قرار دے کر اپنے حقوق کی خاطر پُرامن مظاہرہ کرنے والوں کے خلاف بھی کئی آپریشن کیے جاتے ہیں اور کبھی خواتین و بچوں پر سخت سردی کے موسم میں برف سے ٹھنڈا پانی اُنڈیلا جاتا ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ صورتِ حال کیوں پیدا ہوئی ہے تو اس کا سیدھا سادا اور برملا جواب یہی ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدے کہ: ”اے اللہ اگر تو نے ہمیں آزادی کی نعمت عطا کر دی تو ہم تیرے دین کا بول بالا کریں گے۔“ کو یکسر فراموش کر دیا ہے۔ بدقسمتی سے قائداعظم کے خالقِ حقیقی سے ملتے ہی پاکستان کے مسلمانوں سے یہ وعدہ فراموش کرا دیا گیا جس کی سزا ہمیں مل رہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ 16 دسمبر صرف شکست کا دن نہیں ہے یہ احتساب، شعور، اور سبق کا دن ہے۔ ہم جب تک تاریخ کے اس باب کو سمجھ کر آگے نہیں بڑھیں گے، تب تک نئے بحران ہمارے دروازے پر دستک دیتے رہیں گے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم 16 دسمبر کو صرف سوگ نہ سمجھیں، بلکہ قومی اصلاح کی علامت کے طور پر اپنائیں تاکہ دوبارہ کوئی سانحہ ہماری قومی وحدت کو نہ توڑ سکے۔ توبہ کا دروازہ سب کے لیے کھلا ہوا ہے۔ انفرادی اور خاص طور پر اجتماعی سطح پر سچی توبہ کریں اور اپنے رب سے مغفرت کی اُمید رکھیں، آئندہ کے لیے اپنی اصلاح کی کوشش کریں اور ملک میں اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کو قائم و نافذ کریں۔

اللہ تعالیٰ حکمرانوں، مقتدر حلقوں اور عوام ہمیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

سات خوش قسمت ترین انسان

جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں ہوں گے

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 5 دسمبر 2025ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوتِ آیاتِ قرآنی کے بعد!

آج ہم ان شاء اللہ ایک معروف حدیث کا مطالعہ کریں گے جو بخاری شریف سمیت حدیث کی کئی کتب میں نقل ہوئی ہے۔ اس حدیث میں 7 قسم کے افراد کا ذکر ہوا ہے جو کہ روزِ محشر اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں ہوں گے جبکہ اُس دن سوائے اللہ کے عرش کے کوئی اور سایہ نہ ہوگا (بعض شارحین حدیث نے ترجمہ اللہ کا سایہ بھی کیا ہے)۔ یہ 7 خوش قسمت انسان اس قدر اہم کیوں ہوں گے؟ اللہ کی جنت اتنی سستی نہیں ہے، اس کے حصول کے لیے انتہائی صبر آزما اور مشکل حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا روزِ محشر جب اور کوئی سایہ نہ ہوگا اُس وقت جو 7 افراد اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں ہوں گے، انہوں نے بہت ہی کمال کے اعمال کیے ہوں گے۔ وہ کونسے اعمال ہوں گے؟ آیئے حدیث مبارکہ کے ذریعے جانتے ہیں:

’’حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (1) انصاف کرنے والا حاکم، (2) وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا، (3) وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہے، (4) دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں، اسی پر وہ جمع ہوتے اور اسی پر جدا ہوتے ہیں، (5) ایسا شخص جسے کسی خوبصورت اور شرف والی عورت نے برائی کی طرف بلایا لیکن اس نے یہ جواب دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (یعنی بدکاری سے انکار کر دیا)، (6) وہ انسان جو صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور (7) وہ شخص جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگ جائیں۔‘‘

قیامت تو برپا ہو کر رہنی ہے۔ ہر ایک نے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ ہر نماز کی ہر رکعت میں ہم اقرار بھی کرتے ہیں:

﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾

غور طلب بات یہ ہے کہ نماز کے بعد بھی ہمیں یاد رہتا ہے کہ اللہ بدلے کے دن کا مالک ہے؟ ہم نے اپنے ہر عمل کا حساب دینا ہے؟ کیا اُس دن کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اپنی زندگی گزار رہے ہیں؟ اگر اس دن پر ایمان ہوگا، یقین ہوگا تو اس کا اثر ہمارے اعمال میں بھی نظر آئے گا۔ جس انسان کے دل میں آخرت پر جس قدر پختہ ایمان ہوگا، اس کے اعمال اسی قدر عظیم ہوں گے، ایسے ہی سات افراد کا ذکر اس حدیث میں بھی آ رہا ہے۔

مرتب: ابوابراھیم

امام عادل

عام طور پر عدل کے حوالے سے ہماری گفتگو اور ہماری سوچ کا دائرہ فوراً حکمرانوں تک جاتا ہے کہ عدل کو قائم کرنا حکمرانوں کا کام ہے۔ حالانکہ عدل ذاتی زندگی میں بھی مطلوب ہے، گھر میں بھی مطلوب ہے، اداروں میں بھی، عدالتوں میں بھی اور ریاست کی سطح پر بھی مطلوب ہے۔ مشہور حدیث ہے:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) ’’ہر آدمی اپنے دائرہ کار میں حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔‘‘

مرد اپنے گھر کے معاملات کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر (یعنی اُس کی اولاد، مال، عزت و آبرو وغیرہ) کی نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ کسی ادارے کا مالک اُس ادارے کا حاکم ہے اور ادارے میں کام کرنے والے تمام انسانوں کے بارے میں جوابدہ ہوگا۔ اسی طرح ادارے کے ملازمین اپنے اپنے دائرہ اختیار میں جواب دہ ہوں گے۔ لہٰذا عدل کا تقاضا سب سے پہلے اپنی ذات سے شروع ہوگا اور اس کا دائرہ بڑھتے بڑھتے ریاست تک جائے گا۔ جس کے پاس جس قدر بڑا عہدہ ہوگا وہ اُسی قدر زیادہ جوابدہ ہوگا اور اس کا حساب اتنا ہی زیادہ مشکل ہوگا۔ جیسا کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ پولیٹیکل سائنس کا ایک جملہ نقل کیا کرتے تھے:

"All power tends to corrupt, and absolute power corrupts absolutely."

گویا جس کے پاس جتنا زیادہ اختیار ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ سخت امتحان سے گزرے گا کیونکہ انسان بہرحال انسان ہے، ہزار کمزوریاں انسان میں ہوسکتی ہیں، کمزوریوں سے پاک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جس کے پاس پوری کائنات کا اختیار ہے لیکن وہ اپنی ہر مخلوق کے ساتھ عدل کر رہا ہے۔ اللہ العادل ہے لیکن بشر کے ساتھ کمزوریاں ہیں لہٰذا اس کے لیے عدل کرنا بہت مشکل کام ہے۔ بادشاہ یا حکمران چونکہ پوری ریاست کا حکمران ہوتا ہے لہٰذا اس کے لیے عدل کرنا اتنا ہی مشکل اور صبر آزما ہوگا۔ لیکن اگر اس کا یقین آخرت پر پختہ ہوگا تو اس کے لیے عدل کرنا اتنا ہی آسان ہو جائے گا اور آخرت کی دائمی زندگی میں اس کے لیے اتنا ہی زیادہ بڑا اجر ہوگا۔

آج اس دنیا کی عارضی زندگی کے لیے، اس کی چند حقیر آسائشوں کے لیے آخرت کا سودا کر لیا جاتا ہے۔

خاص طور پر ہمارے ملک میں جو جس قدر بڑے عہدے پر ہے، وہ اسی قدر کرپشن اور لوٹ مار میں ڈوبا ہوا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے کعبہ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے کعبہ! تو کس قدر عظمت والا ہے، کس قدر عزت اور بلند مقام والا ہے لیکن اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، ایک مسلمان کی جان اللہ کی نگاہ میں تجھ سے بڑھ کر ہے۔ لیکن آج ہمارے شہروں میں ایک موبائل کے لیے بندے کو گولی مار دی جاتی ہے، اشرافیہ لوٹ مار اور عیاشیوں میں لگی ہے اور عوام غربت سے تنگ آ کر خودکشیاں کر رہے ہیں، دہشت گردی کے حملوں میں معصوم شہریوں کی لاشیں بچھا دی جاتی ہیں، حکمرانوں نے جواب تو بہرحال دینا ہے۔

حکمران اپنے مفادات کے لیے، عہدوں اور اختیارات کے لیے آئین میں ترامیم بھی کرتے ہیں، انتخابات میں نتائج کو بھی بدل دیا جاتا ہے، عہدوں کی بندر بانٹ، اپنے مفادات کے لیے تحفظ اور اختیارات کے تحفظ کے لیے ہر ہتھکنڈا استعمال کیا جاتا ہے لیکن آخرت میں اس سب کا حساب دینا ہوگا۔ جس نے جتنا ظلم کیا ہوگا اُسی قدر سخت عذاب کا بھی سامنا کرنا ہوگا اور جس شخص نے اپنے منصب اور عہدے و اختیار کا ناجائز استعمال کرنے سے گریز کیا ہوگا اُس کو دنیا میں تو شاید مشکل حالات کا سامنا کرنے پڑے لیکن آخرت میں اس کا درجہ و انعام بہت بلند ہوگا۔ یہ عہدے اور اختیارات ہمارے پاس اللہ کی امانت ہیں اور عارضی ہیں، جلد ہم سے واپس لے لیے جائیں گے اور پھر ہم سے حساب بھی لیا جائے گا لہٰذا حکمت بھی اسی میں ہے کہ ان کا صرف جائز استعمال کیا جائے۔ خاص طور پر حکمران اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک میں اگر اللہ کے دین کو قائم و نافذ کریں گے تو عدل کا ایک نظام قائم ہوگا، ظلم اور کرپشن کا خاتمہ ہوگا اور عوام کی دعائیں حکمرانوں کو ملیں گی اور آخرت میں وہ اعلیٰ مقام پائیں گے۔ اس کے برعکس اگر انہوں نے ظلم کا راستہ اختیار کیا تو عوام کی بددعائیں لے کر جائیں گے اور آخرت میں اللہ کے شدید غضب کا شکار ہوں گے۔ فیصلہ حکمرانوں نے کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

عبادت گزار نوجوان

دوسرا شخص جو روز محشر اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں ہوگا، وہ ہوگا جو نوجوانی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہنے والا ہوگا۔ یہ کام بھی اتنا ہی مشکل ہے جتنا حکمران کے لیے عدل کرنا مشکل ہے کیونکہ اس عمر میں بہکنے، اللہ کی یاد سے غافل ہونے اور حرام چیزوں میں پڑنے کے مواقع اکثر ہوتے ہیں جن سے دامن کو بچانا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ لیکن اللہ کی جنت اتنی سستی نہیں ہے، صرف مسلمان کے گھر میں پیدا ہو جانا اور محض کلمے کے دعوے کر لینا کافی نہیں ہے۔ جنت کے حصول کے لیے محنت، مشقت اور صبر آزما مراحل سے گزرنا ہوگا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ کی جنت کو مشقتوں، مصائب اور تکالیف نے گھیر رکھا ہے اور جہنم کو لذتوں، آسائشوں اور آسانیوں نے گھیر رکھا ہے۔ کسی نے پہاڑ کی چوٹی سر کرنی ہے تو پہاڑ پر چڑھنے کے لیے مشقت اُٹھانی پڑے گی لیکن پہاڑ سے گرنے کے لیے کوئی محنت نہیں کرنی پڑے گی۔ جنت میں درجات حاصل کرنے کے لیے محنت چاہیے لیکن جہنم میں جانے کے لیے کوئی محنت نہیں ہے۔ نماز فرض ہے، فجر کی نماز پڑھنے کے لیے گرم بستر کو چھوڑنا پڑے گا، اسی طرح اقامت دین کی جدوجہد ہر مسلمان کا فریضہ ہے، اس کے لیے اپنی جان اور مال کو کھپانا پڑے گا۔ بڑھاپے میں تو سب کو اللہ یاد آتا ہے لیکن وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی فرمانبرداری میں گزاری ہو، روز محشر اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوانوں کے ایمان کی اور ان کی حیاء کی حفاظت فرمائے۔

تعلق مع المساجد

تیسرا وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے، روز محشر اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوگا۔ یہاں ایک مراد تو یہ لی جاتی ہے کہ ایک نماز باجماعت ادا کر لی تو اس کے بعد دوسری نماز کا بے چینی سے انتظار ہے۔ ظاہر ہے اس قدر اگر انتظار اور اشتیاق ہوگا تو نماز میں خضوع و خشوع بھی اُتنا ہی ہوگا اور پہلی صف میں اور تکبیر اولیٰ کے ساتھ جماعت میں شمولیت کی کوشش ہوگی۔ بدقسمتی سے آج بھاگتے ہوئے آنا اور آخری رکعتوں میں شامل ہونا اور پھر تیزی سے نماز ادا کر کے بھاگ جانا عام سی بات ہے۔ اسی طرح جمعہ کی نماز میں بھی جب خطیب عربی خطبہ پڑھ رہا ہوتا، اس وقت دوڑتے ہوئے شامل ہونا اور پھر جمعہ کی دو رکعت ادا کر کے فوراً چلے جانا جمعہ کی نماز کی ادائیگی سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ ظہر کی نماز کے چار فرائض ہوتے ہیں، جمعہ میں دو فرائض کم کر کے دو خطبے رکھے گئے ہیں جن کو سننا مسلمان کے لیے لازم ہوتا ہے۔ ان خطبوں کا مقصد تذکیر بالقرآن ہوتا ہے۔ عرب علاقوں میں خطبے آج بھی عربی میں ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں عربی سمجھنے والے آٹے میں نمک سے بھی کم ہیں لہٰذا دونوں عربی خطبوں کو تو برقرار رکھا گیا ہے لیکن آغاز میں تیس چالیس منٹ اُردو میں تقریر کی جاتی ہے۔ لہٰذا لوگوں کی تذکیر کے لیے مقامی زبان میں قرآن و سنت کی تشریح بیان کی جاتی ہے تاکہ عوام کو پتا چلے کہ دین کے کیا تقاضے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے، ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ لیکن ہمارے پاس نہ خطبے سننے کے لیے وقت ہوتا ہے اور نہ تقریر سننے کا، الا ماشاء اللہ۔ اتنا سا تعلق رہ گیا ہے ہمارا مسجد کے ساتھ۔ حالانکہ فرائض کے علاوہ بھی بندہ مسجد میں وقت گزارنے کی کوشش کرے، سنتوں اور نوافل کی ادائیگی اور تلاوت قرآن کرے۔ حدیث میں ہے کہ فرائض کی ادائیگی میں جو کمی بیشی رہ جائے وہ نوافل کی ادائیگی سے دور ہو جاتی ہے۔

اللہ کی خاطر محبت

وہ دو افراد کہ جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اللہ کی محبت کی خاطر ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور اللہ کی محبت کی خاطر جدا ہوتے ہیں، روزِ محشر اللہ کے عرش کے سائے میں ہوں گے۔ یعنی وہ لوگ جو کسی سے محبت کرتے ہیں تو صرف اللہ کے لیے اور نفرت کرتے ہیں تو صرف اللہ کے لیے، اللہ کی محبت سے بڑھ کر اُن کا کوئی مفاد نہیں ہوتا۔ آج تو جب تک بندہ کسی عہدے پر ہوتا ہے، لوگ اس کی عزت بھی کرتے ہیں، تحفے تحائف بھی دیتے ہیں لیکن جب ریٹائر ہو جائے تو کوئی تیمارداری کے لیے بھی نہیں آتا۔ جبکہ مومن کی محبت صرف اللہ کے لیے ہوتی ہے۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ اس شوہر پر رحمت نازل کرے جو اپنی بیوی کے چہرے پر پانی کے چند قطرے ڈال کر جگائے اور نماز کے لیے کھڑا کرے، اسی طرح اس بیوی پر بھی رحمت نازل کرے جو اپنے شوہر کو نماز کے لیے جگائے۔ یہ اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے تعاون ہے۔ آج عشق و محبت کا جو ٹرینڈ معاشرے میں چل رہا ہے وہ غیر فطری اور گمراہ کن تصور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائے۔ اسلام بغیر نکاح کے ایسے تعلق کو حرام قرار دیتا ہے۔ نکاح کے بعد میاں بیوی کے درمیان محبت ایک فطری عمل ہے لیکن یہ محبت اگر صرف اللہ کے لیے ہو تو زیادہ پائیدار اور اجر و ثواب کا باعث ہو گی۔ دنیا بھر میں عشق و محبت کی داستانیں لکھنے اور کہنے والے کبھی اس طرف بھی توجہ دلاتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ مجھے تم سے محبت ہے اور بیوی شوہر سے یہی بات کہے۔ یہی وہ محبت ہے جو اسلام کو مطلوب ہے۔

موطأ امام مالک میں حدیث قدسی ہے۔جس کا مفہوم ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ ان کے لیے میری محبت واجب ہوگئی جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، میری خاطر ایک دوسرے سے ملاقات کریں، میری خاطر ایک دوسرے پر مال خرچ کریں، میری خاطر ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھیں ۔یعنی جو اللہ کی خاطر کسی سے محبت کرتا ہے، اللہ سے بھی اس سے محبت کرتا ہے۔

اللہ کا خوف

پانچواں وہ شخص جسے ایک خوبصورت اور مقام مرتبہ وشرف والی عورت گناہ کی دعوت دے لیکن وہ اس دعوت کو یہ کہہ کر ٹھکرا دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں ۔ یہ وہی بندہ کرسکتا ہے جس کے دل میں پختہ ایمان ہو، آخرت کا یقین ہو اور اللہ کے سامنے جواب دینے سے ڈرتا ہو۔ ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ تین مسافر ایک غار میں پھنس گئے ۔انہوں نے اپنے نیک اعمال کو یاد کر کے دعا کرنا شروع کی تو غار کا دہانہ کھلنا شروع ہوگیا ۔ ان میں ایک شخص وہ بھی تھا جس کو ایک حسین وجمیل عورت کے ساتھ گناہ کرنے کا موقع میسر تھا لیکن اُس نے محض اللہ کے ڈر کی وجہ سے وہ گناہ نہ کیا۔جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا وہ سات پردوں میں بھی ہوگا تو گناہ کرنے سے پرہیز کرے گا کیونکہ اسے یقین ہوگا کہ اللہ دیکھ رہا ہے اور روزِ محشر اس کا جواب دینا ہوگا۔جیسے قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِۙ﴾ (البقرہ: 186) ”اور (اے نبی ﷺ!) جب میرے بندے آپؐ سے میرے بارے میں سوال کریں تو (ان کو بتا دیجیے کہ) میں قریب ہوں ۔ میں تو ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی (اور جہاں بھی) وہ مجھے پکارے ۔“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ﴾ (قٓ: 16) ”اور ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم خوب جانتے ہیں جو اُس کا نفس وسوسے ڈالتا ہے۔“

یہ چیز مدِ نظر رہے گی تو انسان گناہوں سے بچا رہے گا۔ جو اس احساس کے ساتھ گناہوں سے بچا رہا، اللہ تعالیٰ اُسے آخرت میں اُن نعمتوں اور اعزازت سے نوازیں گے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوں گے ۔ان میں سے ایک اعزاز یہ بھی ہوگا کہ وہ اللہ کے عرش کے سائے میں ہوگا۔

اللہ کی راہ میں صدقہ دینا

وہ شخص جس نے دائیں ہاتھ سے صدقہ دیا لیکن بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی ، یعنی دکھاوے کے لیے نہیں بلکہ خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ کیا وہ بھی روزِ محشر اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں ہوگا ۔ یہاں ایک نکتہ یہ بھی سامنے آتا ہے کہ خیر اور نیکی کا کوئی بھی کام ہو وہ دائیں ہاتھ سے کیا جائے۔آج کے دور میں لوگ صدقے سے زیادہ دکھاوا کر رہے ہوتے ہیں الا ماشاءاللہ۔ جب تک سوشل میڈیا پر تصویر اپ لوڈ نہ ہو تسلیم نہیں ہوتا۔صدقے میں اگر دکھاوے کا عنصر شامل ہو جائے تو وہ شرک بن جاتا ہے۔جیسا کہ حدیث میں ہے: ((من تصدق یرائیی فقد اشرک)) جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔ اس صورت میں بجائے اجر کے اُلٹا عذاب کا مستحق بن جاتا ہے کیونکہ شرک وہ گناہ ہے جس کو اللہ کبھی معاف نہ کرے گا۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ ہمارے اساتذہ نے یہ بھی سمجھایا کہ بیٹا بہت سی نیکیاں ظاہر ہو ہی جاتی ہیں، کوشش کرو کچھ نیکیاں سنبھال کر رکھو جن کا صرف تمہیں اور تمہارے رب کو علم ہو۔ ان پوشیدہ نیکیوں کی بہرحال اللہ کے ہاں بڑی قدر و قیمت ہے۔ صدقے کا لفظ صرف مال کے خرچ کے لیے نہیں آتا ، بلکہ یہ تمام نیکیوں کے اعتبار سے بھی آتا ہے۔ جیسے احادیث میں ہے کہ سبحان اللہ، الحمد للہ پڑھنا بھی صدقہ ہے، اپنے بھائی کو مسکرا کر دیکھنا بھی صدقہ ہے، اچھی بات کی تعلیم دینا بھی صدقہ ہے۔ جو مالی صدقہ بھی ہم دیتے ہیں اس کے حوالے سے ذہن یکسو رہنا چاہیے کہ اس میں تعداد کی نہیں بلکہ خلوص کی اہمیت ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کھجور کا ایک دانا بھی اللہ کی راہ میں دے کر تم اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کر سکتے ہو تو کر ڈالو ۔ غزوہ تبوک کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ڈھیروں مال صدقہ کیا، ایک صحابیؓ ساری رات ایک یہودی کے باغ میں مزدوری کرتے رہے اور صبح اُجرت میں کچھ کھجوریں ملیں، اُن میں کچھ گھر والوں کو دیں اور باقی لا کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں ۔ آپ ﷺ نے وہ کھجوریں پورے مال کے اوپر بکھیر دیں اور فرمایا کہ یہ چند کھجوریں اس پورے مال سے زیادہ وزنی ہیں ۔صدقہ میں جتنا انسان کا خلوص شامل ہوگا اُتنا ہی اس کا اجر زیادہ ہوگا۔

اللہ کا ذکر

ساتواں وہ شخص جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگ جائیں، روزِ محشر اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں ہوگا۔ مجمعے میں رونا تو خطیب کو بھی آجاتا ہے، کیمرے کے سامنے کیفیت طاری ہوسکتی ہے لیکن تنہائی میں اللہ کو یاد کر کے رونا کچھ اور معنی رکھتا ہے۔آج کے دور میں یہ شرف اور سعادت صرف اُسے ہی حاصل ہوگی جو اللہ کا خاص متقی بندہ ہوگا ورنہ سوشل میڈیا پر اور عام معاشرے میں جو بدنظری پھیلی ہوئی ہے، اس کی ایک نقد سزا یہ بھی ہے کہ اللہ کی یاد دلوں سے نکل جاتی ہے اور عبادت کی لذت چھن جاتی ہے ۔ بے حیائی، فحاشی اور عریانی وہ چیزیں جو براہ راست ایمان پر حملہ کرتی ہیں ۔ جب حیا اور ایمان ہی نہ رہے تو اللہ کا ذکر کیسے ہوگا اور اس کی خشیت میں آنکھوں سے آنسو کیسے جاری ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک ضمنی بات یہ ہے کہ زیر مطالعہ حدیث میں اگرچہ ان سات بندوں کے لیے لفظ رجل استعمال ہوا ہے جس کے معنی ”مرد“ ہیں لیکن عام مفہوم میں خطاب خواتین کے لیے بھی ہے ۔ بہت سارے اعمال ایسے ہیں جو خواتین کو بھی وہی مرتبہ دلا سکتے ہیں کہ وہ روزِ محشر اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے تلے ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان اعمال کے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین !

ضرورت رشتہ

☆ پیر محل میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنی بیٹی، عمر 18 سال، تعلیم میٹرک، قد 5 فٹ 8 انچ، آرائیں فیملی کے لیے تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0343-7798393

☆ پیر محل میں رہائش پذیر رفیق تنظیم، عمر 20 سال، قد 5 فٹ 9 انچ، بلڈنگ کنسٹرکشن کا کام کرتے ہیں۔ مناسب دینی تعلیم رکھنے والی باپردہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے، ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0310-6582184

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

قرآن ”حبل اللہ“ ہے!

ڈاکٹر اسرار احمد ؒ

جب ہم کہتے ہیں کہ قرآن ”حبل اللہ“ ہے تو اس کے کیا معنی ہیں؟ ”حبل“ کے ایک معنی رسّی کے ہیں اور یہی اصل معنی ہیں۔ سورۃ اللھب میں یہ لفظ آیا ہے: ﴿حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵﴾ یعنی مونج کی بٹی ہوئی رسّی۔ امام راغبؒ نے اس کی تعبیر کی ہے: ”استعیر للوصل ولکل مایتوسل به الی شیء“ یعنی کسی شے سے جڑنے کے لیے اور جس شے سے جڑا جائے اس کے لیے استعارۃً یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ عہد' قول و قرار اور میثاق دو فریقوں کو باہم جوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ یہ لفظ عہد کے معنی میں بھی آتا ہے' اور قرآن حکیم میں یہ ایسے عہد کے لیے آیا ہے جس سے کسی کو امن مل رہا ہو' حفاظت اور امان حاصل ہو رہی ہو۔ سورۂ آل عمران (آیت 112) میں یہود کے بارے میں ارشاد ہوا:

”یہ جہاں بھی پائے گئے اُن پر ذلّت کی مار ہی پڑی' سوائے اس کے کہ کہیں اللہ کے ذمہ یا انسانوں کے ذمہ میں پناہ مل گئی۔ یہ اللہ کے غضب میں گھر چکے ہیں' ان پر محتاجی اور کم ہمتی مسلّط کر دی گئی ہے۔“

گویا خود اپنے بل پر' اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر' خود مختاری کی اساس پر اُن کے لیے عزت کا معاملہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ یہ قرآن مجید کی پیشین گوئی ہے اور موجودہ ریاست اسرائیل اس کا واضح ثبوت ہے۔ امریکہ اگر ایک دن کے لیے بھی اپنی حفاظت ہٹالے تو اسرائیل کا وجود باقی نہیں رہے گا۔

قرآن مجید میں اہل ایمان سے فرمایا گیا ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ (آل عمران:103) ”اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو سب مل کر“۔ البتہ ”حبل اللہ“ کیا ہے؟ قرآن میں اس کی صراحت نہیں ہے۔ اور قرآن مجید میں جو بات پوری طرح واضح نہ ہو' مجمل ہو' اس کی تشریح اور تبیین رسول اللہ ﷺ کا فرضِ منصبی ہے۔ ازروئے الفاظِ قرآنی: ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ (النحل: 44) ”اور ہم نے (اے نبیؐ) آپ کی طرف 'الذکر' نازل کیا' تاکہ جو چیز اُن کے لیے اتاری گئی ہے آپ اسے اُن پر واضح کریں“۔ چنانچہ احادیث نبویؐ میں یہ صراحت موجود ہے کہ ”حبلُ اللہ“ قرآن مجید ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت زید بن ارقم ؓ سے مروی یہ حدیث نقل ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلَا وَاِنِّیْ تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ ، اَحَدُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ...)) ”آگاہ رہو! میں تمہارے مابین دو خزانے چھوڑے جا رہا ہوں' اُن میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے' وہی حبل اللہ ہے......“

قرآن حکیم کے بارے میں حضرت علی ؓ سے ایک طویل حدیث مروی ہے' جس میں الفاظ آئے ہیں: ((هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ)) ”یہ (قرآن) ہی اللہ کی مضبوط رسّی ہے“۔ یہ روایت سنن ترمذی اور سنن دارمی میں موجود ہے۔ مزید برآں حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے جو روایت رزین میں آئی ہے اس میں بھی یہی الفاظ ہیں: ((هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ)) ”یہ (قرآن) ہی اللہ کی مضبوط رسّی ہے“۔ سنن دارمی میں حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ حَبْلُ اللّٰهِ وَالنُّوْرُ الْمُبِيْنُ)) ”یقیناً یہ قرآن حبلُ اللہ اور نورِ مبین ہے“۔

قرآن کو ”رسّی“ کس اعتبار سے کہا گیا ہے' اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو بندہ اس رسّی کے ذریعے اللہ سے جڑتا ہے۔ یہ رسی ہمیں اللہ سے جوڑنے والی ہے۔ ”تعلق مع اللہ“ اور ”تقربِ الی اللہ“ دونوں تصوف کی اصطلاحیں ہیں۔ تعلق کے معنی ہیں لٹک جانا۔ ”علق“ لٹکی ہوئی شے کو کہتے ہیں۔ ”تعلق مع اللہ“ کا مفہوم ہوگا اللہ سے لٹک جانا' یعنی اللہ سے چمٹ جانا' اللہ کے ساتھ جڑ جانا۔ اسی طرح ”تقرب الی اللہ“ کا مطلب ہے اللہ سے قریب سے قریب تر ہونے کی کوشش کرنا۔ سلوک اور طریقت کا مقصد یہی ہے۔ تعلق مع اللہ میں اضافے اور تقرب الی اللہ کا مؤثر ترین اور سہل ترین ذریعہ قرآن حکیم ہے۔

اس اعتبار سے دو حدیثیں ملاحظہ کیجیے۔ ایک کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ ہیں۔ حدیث کے الفاظ ہیں: ((اَلْقُرْآنُ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَمْدُوْدُ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ)) ”یہ قرآن اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک تنی ہوئی ہے“۔ یہی الفاظ حضرت زید بن ارقم ؓ سے مرفوعاً بھی روایت کیے گئے ہیں۔ یعنی اگر اللہ سے جڑنا ہے' اللہ سے تعلق قائم کرنا ہے تو اس قرآن کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو' اس سے تم اللہ سے جڑ جاؤ گے' اللہ کا قرب حاصل کر لو گے۔

دوسری معجم کبیر طبرانی کی بڑی پیاری روایت ہے۔ اس میں ان الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے کہ حضور ﷺ اپنے حجرے سے برآمد ہوئے تو آپؐ نے مسجد کے گوشے میں دیکھا کہ کچھ صحابہ ؓ قرآن کا مذاکرہ کر رہے تھے' قرآن کو سمجھ اور سمجھا رہے تھے۔ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور بڑا پیارا سوال کیا: ”کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور یہ قرآن اللہ کے پاس سے آیا ہے؟“ صحابہ ؓ کا جواب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا: یعنی ”کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ“ ہم اس کے گواہ ہیں! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”پس تم خوشیاں مناؤ' اس لیے کہ یہ قرآن وہ شے ہے جس کا ایک سرا تمہارے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے“۔ ان احادیث مبارکہ سے ”حبلُ اللہ“ کا یہ تصور واضح ہو جاتا ہے کہ یہ اللہ کے ساتھ جوڑنے والی شے ہے۔

ابھی ہم نے جس حدیث کا مطالعہ کیا اس میں قرآن حکیم کے لیے ”جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ“ کے الفاظ آئے ہیں' کہ یہ قرآن اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ مستدرک حاکم اور مراسیل ابی داؤد میں حضرت ابوذر غفاری ؓ سے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث نقل ہوئی ہے: یعنی تم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس کے یہاں تقربّ اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود اُسی (اللہ تعالیٰ) سے نکلی ہے' یعنی قرآن مجید۔ درحقیقت قرآن چونکہ اللہ کا کلام ہے اور کلام متکلّم کی صفت ہوتا ہے' تو اس سے بڑھ کر قریب ہونے کا کوئی اور ذریعہ ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ جب کوئی شخص قرآن پڑھتا ہے تو گویا وہ اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ تبع تابعین کے دَور کی شخصیت ہیں۔ انہوں نے اپنا معمول بنالیا تھا کہ سال میں چھ مہینے سرحدوں پر جہاد میں شریک ہوتے۔ اُس دَور میں دارالاسلام کی سرحدیں بڑھ رہی تھیں اور اس کے لیے جہاد جاری تھا۔ جبکہ چھ مہینے آپؒ گھر پر گزارتے اور اس عرصے میں لوگوں سے ملنے جلنے سے حتی الامکان گریز کرتے۔ صرف نماز باجماعت کے لیے مسجد میں آتے'

باقی وقت گھر پر ہی رہتے۔ کسی نے کہا کہ عبداللہ! آپ تنہائی پسند ہو گئے ہیں، تنہائی سے آپ کی طبیعت اکتاتی نہیں؟ انہوں نے فرمایا: ''کیا تم اُس شخص کو تنہا سمجھتے ہو جو اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوتا ہے؟'' لوگ حیران ہوئے کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ جب اس کی وضاحت طلب کی گئی تو فرمایا کہ دیکھو جب میں اکیلا ہوتا ہوں تو قرآن پڑھتا ہوں یا حدیث پڑھتا ہوں۔ جب قرآن پڑھتا ہوں تو اللہ سے ہم کلام ہوتا ہوں اور جب حدیث پڑھتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوتا ہوں۔ تم مجھے تنہا نہ سمجھو ؎

دیوانہ چمن کی سیریں نہیں ہیں تنہا
عالم ہے ان گلوں میں، پھولوں میں بستیاں ہیں!

مسند احمد، ترمذی، ابوداوٗد، نسائی، ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے یہ حدیث نبویؐ منقول ہے:

''(قیامت کے دن) صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور (جنت کے درجات پر) چڑھتا جا، اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔ پس تیرا مقام وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہنچے''۔

لیکن واضح رہے کہ صاحب قرآن سے مراد صرف حافظ قرآن یا ہمارے ہاں پائے جانے والے قاری نہیں ہیں، بلکہ وہ حافظ اور قاری مراد ہیں جو قرآن کے علم و حکمت سے بھی واقف ہیں، اس کو پڑھتے بھی ہیں اور اس پر عمل پیرا بھی ہیں۔ جنت میں اس قرآن کے ذریعے ان کے درجات میں ترقی ہوتی چلی جائے گی اور ان کا آخری مقام وہاں معین ہوگا جہاں ان کا سرمایۂ قرآن ختم ہوگا۔ تو واقعہ یہ ہے کہ تقرب الی اللہ اور وصل الی اللہ کا مؤثر ترین ذریعہ قرآن حکیم ہی ہے۔ میں نے اسی لیے امام راغبؒ کے الفاظ کا حوالہ دیا تھا کہ ''حبل'' کا لفظ وصل کے لیے استعارۃً استعمال ہوتا ہے اور یہ ہر اُس شے کے لیے استعمال ہوگا جس کے ذریعے کسی شے کے ساتھ جوڑا جائے۔ اس معنی میں حبل اللہ قرآن مجید ہے۔

اگر پیرا شوٹ کی مثال سامنے رکھیں تو جملہ ایمانیات اس قرآن کے ساتھ اس طرح جڑے ہوئے ہیں جس طرح پیرا شوٹ کی چھتری کی رسیاں نیچے آ کر ایک جگہ جڑ جاتی ہیں۔ جب پیرا شوٹ کھلتا ہے تو اس کی چھتری کس قدر وسیع ہوتی ہے، لیکن اس کی ساری رسیاں ایک جگہ آ کر جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ بالفاظ دیگر ایمانیات کے جتنے بھی شعبے ہیں وہ سب کے سب قرآن کے ساتھ منسلک ہیں۔ چنانچہ قرآن پر یہ یقین مطلوب ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے، بلکہ اس کا منبع اور سرچشمہ وہی ہے جو میری روح کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ یہ کلام بھی ذاتِ باری تعالیٰ ہی سے صادر ہوا ہے اور میری روح بھی اللہ ہی کے امر کن کا ظہور ہے۔ اس انداز سے قرآن پر یقین، اللہ تعالیٰ پر یقین اور قرآن لانے والے محمد رسول اللہ ﷺ پر یقین مطلوب ہے۔ (''حقیقتِ ایمان'' کے موضوع پر میری پانچ تقاریر میں یہ مضمون آ چکا ہے)۔

ایک ایمان تو تقلیدی ہے، یعنی غیر شعوری ایمان، کہ ایک یقین کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، چاہے وہ علیٰ وجہ البصیرت نہ ہو، اور وہ بھی بہت بڑی دولت ہے، لیکن اس سے کہیں زیادہ قیمتی ایمان وہ ہے جو علیٰ وجہ البصیرت ہو۔ ازروئے الفاظ قرآنی: ﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ﴾ (یوسف:108) ''(اے نبیؐ!) کہہ دیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں سمجھ بوجھ کر اور جو میرے ساتھ ہیں (وہ بھی)''۔ علیٰ وجہ البصیرت ایمان یعنی شعوری ایمان، اکتسابی ایمان اور حقیقی ایمان کا واحد منبع اور سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔ مولانا ظفر علی خان بہت ہی سادہ الفاظ میں ایک بہت بڑی حقیقت بیان کر گئے ہیں: ؎

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں!

عاقل یعنی غور وفکر کرنے والے اور سوچ بچار کرنے والے کے لیے ایمان کا منبع و سرچشمہ صرف قرآنِ حکیم ہے۔

قرآن حکیم کے ''حبل اللہ'' ہونے کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ اہل ایمان کو جوڑنے والی رسّی، ان کو باہم ایک دوسرے سے باندھ دینے والی شے، اُن کو بنیانِ مرصوص بنانے والی چیز یہ قرآن ہے۔ اس لیے کہ قرآن حکیم میں جہاں اللہ کی رسّی کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے کا حکم آیا ہے وہاں اس کے ساتھ ہی باہم متفرق ہونے سے روکا گیا ہے۔ فرمایا: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ ''اور مضبوطی سے تھام لو اللہ کی رسّی کو سب مل جل کر اور تفرقہ مت ڈالو!'' اہل ایمان کو جوڑنے والی اور بنیانِ مرصوص بنانے والی رسی یہی قرآن حکیم ہے۔ اس لیے کہ انسانی اتحاد وہی مستحکم اور پائیدار ہو گا جو فکر و نظر کی ہم آہنگی کے ساتھ ہو۔ بہت سے اتحاد وقتی طور پر وجود میں آ جاتے ہیں۔ جیسے کچھ سیاسی مصلحتیں ہیں تو اتحاد قائم کر لیا، کوئی دنیاوی مفادات ہیں تو ان کی بنا پر اتحاد قائم کر لیا۔ یہ اتحاد حقیقی نہیں ہوتے اور نہ ہی پائیدار اور مستحکم ہوتے ہیں۔ انسان حیوانِ عاقل ہے۔ یہ سوچتا ہے، غور کرتا ہے، اس کے نظریات ہیں، اس کے کچھ اہداف و مقاصد ہیں، کوئی نصب العین ہے۔ نظریات، مقاصد اور نصب العین کا بڑا گہرا رشتہ ہوتا ہے۔ تو جب تک ان میں ہم آہنگی نہ ہو کوئی اتحاد پائیدار اور مستحکم نہیں ہوگا۔ اس اعتبار سے اللہ کی اس رسّی کو مضبوطی سے تھامو گے تو گویا دو رشتے قائم ہو گئے۔ ایک رشتہ اہل ایمان کا اللہ کے ساتھ اور ایک رشتہ اہل ایمان کا ایک دوسرے کے ساتھ۔ جیسے کل شریعت کو تعبیر کیا جاتا ہے کہ شریعت نام ہے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا۔ اللہ کے ساتھ جوڑنے والی سب سے بڑی عبادت نماز ہے اور بندوں کے ساتھ تعلق قائم کرنے والی شے زکوٰۃ ہے۔ اسی طرح حبل اللہ ایک طرف اہل ایمان کو اللہ سے جوڑ رہی ہے اور دوسری طرف اہل ایمان کو آپس میں جوڑ رہی ہے۔ یہ انہیں بنیانِ مرصوص اور ''کَجَسَدٍ وَّاحِدٍ'' بنا دینے والی شے ہے۔ یہی وہ بات ہے جسے علامہ اقبال نے انتہائی خوبصورتی سے کہا ہے: ؎

از یک آئینی مسلماں زندہ است
پیکرِ ملت ز قرآں زندہ است
ما ہمہ خاک و دلِ آگاہ اوست
اعتصامش کن کہ حبل اللہ اوست!

''وحدتِ آئین ہی مسلمان کی زندگی کا اصل راز ہے اور ملتِ اسلامی کے جسدِ ظاہری میں روحِ باطنی کی حیثیت صرف قرآن کو حاصل ہے۔ ہم تو سرتا پا خاک ہی خاک ہیں، ہمارا قلب زندہ اور ہماری روح تابندہ تو اصل میں قرآن ہی ہے۔ لہٰذا اے مسلمان! تو قرآن کو مضبوطی سے تھام لے کہ 'حبل اللہ' یہی ہے۔''

حبل اللہ کے بارے میں مفسرین کے ہاں بہت سے اقوال ملتے ہیں کہ حبل اللہ سے مراد قرآن ہے، کلمہ طیبہ ہے، اسلام ہے۔ یہ ساری چیزیں اپنی جگہ پر درست ہیں لیکن احادیث نبویؐ کی روشنی میں اس کا مصداقِ کامل قرآن ہی ہے۔

نوٹ کیجیے کہ قرآن مجید میں ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ کے الفاظ کے بعد فرمایا گیا ہے: ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا﴾ (آل عمران:103) ''اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو کہ جب تم باہم دشمن تھے، پھر اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا تو تم اُس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے''۔ یہ قرآن مجید ہی ہے جو اہل ایمان کے دلوں کو جوڑتا اور ان کو باہم پیوست کرتا ہے، اور یہ دلی تعلق اور دلی ہم آہنگی ہی ہے جو مسلمانوں کو بنیانِ مرصوص بنانے والی شے ہے۔ (بیان القرآن، جلد اوّل) ❀❀❀

سودائی بت خانہ ہے!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ہر طیارے میں ایک ڈبا ہوتا ہے، 'بلیک باکس'۔ یہ حد درجہ پائیدار، (خدانخواستہ) حادثہ ہو جائے تو یہ آگ اور ٹوٹنے سے محفوظ رہتا ہے۔ رنگ اس کا شوخ نارنجی ہوتا ہے۔ تاکہ تلاش آسان ہو دور سے نظر آ جائے۔ اسے حادثے کی صورت میں فوری تحویل میں لیا جاتا ہے۔ اس میں ایک حصہ پرواز کا (Data)، بنیادی معلومات، بلندی، رفتار وغیرہ نوٹ ہوتی ہے۔ دوسرے حصے میں آوازیں، گفتگوئیں ریکارڈ ہوتی ہیں۔ حادثے کی وجوہات کے تعین کے لیے اہم ترین۔ انسانی وجود میں بھی ایک بلیک باکس ہوتا ہے جو لمحہ لمحہ محفوظ (ریکارڈ) کرتا ہے۔ 'ہر انسان کے اعمال کو ہم نے (بصورتِ کتاب) اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔ اور قیامت کے روز (وہ) کتاب اسے نکال دکھائیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا۔ (کہا جائے گا کہ) اپنی کتاب پڑھ لے۔ تو آج اپنا، آپ ہی محاسب کافی ہے۔' (بنی اسرائیل: 13،14) 'اُس روز (قیامت، زندگی بعد موت) تیرے رب کے سامنے ہی جا کر ٹھہرنا ہوگا۔ اس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا کرایا بتا دیا جائے گا۔ بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو خوب جانتا ہے چاہے وہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے۔' (القیامۃ: 12 تا 15)

انسان کے اندر نفسِ انسانی بھی موجود ہے۔ (اندر کی دنیا میں تنہائی میں جھانک کر دیکھئے۔) جو اگر بے ڈھب، بے تربیت، من مانی، خود پرستی کا عادی بنا دیا جائے تو خواہشات کا مسکن، متکبر، خود کو بے عیب جاننے والا بن جاتا ہے یعنی نفس امارہ۔ دوسرا وہ نفس جو مثبت تربیت قبول کرتا ہے۔ غلط / صحیح کی پہچان رکھتا۔ بدعملی، بدنیتی پر نادم، شرمسار ہوتا، خود کو ملامت کرتا، باز آ جاتا، غلطی کا اقرار کرنے اور ندامت و تلافی میں قرار پاتا ہے۔ یہ نفس لوامہ ہے۔ (القیامۃ: 2) یہی ضمیر ہے، اندر سے اٹھنے والی روکنے ٹوکنے کی آواز! اس کا گلا گھونٹ کر نیتن یاہو بن جاتا ہے۔ قاتل، بے رحمی اور ظلم کی تربیت پانے والے معصوم جانوروں کی گردن بلا سبب مروڑ کر، تڑپتا چھوڑ کر لطف لے کر اس مقام تک پہنچ پاتے ہیں کہ وہ بے حس، اذیت پسند، بے درد ہو جائیں۔ ننھے بچوں کے سروں کے نشانے لے کر انہیں ماریں یا حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کریں۔ صابرہ شتیلہ (لبنان) فلسطینی کیمپوں (18-16 ستمبر 1982ء) میں 3500 مہاجر، زیادہ تر عورتیں، بچے اور بوڑھے چیر پھاڑ کر رکھ دیئے۔ ذمہ داری وزیر دفاع اسرائیل، ایریل شیرون کی تھی جو جنوری 2006ء تک بلا احتساب تھا مگر بالآخر فالج کا شکار ہوا اور 8 سال شدید کس مپرسی (نہ زندہ، نہ مردہ) میں گزار کر 2014ء عمر 85 سال میں مر گیا، جنرل اور سیاست دان جو 5 سال وزیر اعظم اسرائیل بھی رہا۔ یہ بے ضمیری کی اذیت دہ داستان ہے جو عبرت انگیز ہے۔

تاہم اس وقت غزہ اسرائیل 2 سالہ تنازعے میں بے شمار مرتبہ ضمیر کی قوت سامنے آتی رہی۔ وہ جنہوں نے ضمیر کا گلا گھونٹ کر ڈھٹائی اختیار کرنی چاہی دنیاوی مفادات کی خاطر۔ یا وہ پاگل، نفسیاتی مریض ہو گئے یا انہوں نے خودکشی کر لی۔ ضمیر کی خلش نے انہیں جینے نہ دیا۔ امریکی ایئر فورس کا وہ حساس افسر جو خود تو باضابطہ اس جرم کا شراکت کار نہ تھا لیکن ظلم کی انتہا اور اپنی کم ہمتی، بے بسی کے ہاتھوں اس نے خود کو آگ لگا دی کہ شاید وہ اس جرمِ عظیم سے برأت کا اظہار کر کے امریکی حکومت کو احساس دلا سکے۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ! ایک منظر وہ بھی رہا (کئی مرتبہ دہرایا گیا اسرائیل میں) کہ غزہ سے لڑ کر آنے والا نوجوان دھاڑیں مار مار کر روتا ہے۔ غزہ کے بے گناہ معصوم شہری اسے ڈراؤنے خوابوں میں آ آ کر جھنجھوڑتے ہیں۔ اور پھر وہ کئی ایسے ہی فوجی اپنے افسروں کے آگے نفسیاتی ادویہ اور خواب آور گولیاں پٹختے ہیں کہ یہ ہمارا علاج کرنے سے قاصر ہیں۔ اندر ضمیر کی تلخی، کشمکش کسی دوا، شراب، حسینہ کے حسن سے قرار نہیں پاتی۔ جنہوں نے اپنے ضمیر کا حکم مانا۔ درست فیصلے کر کے کش مکش سے نکل آئے۔ وہ عظیم کہانی بھی پڑھیے! امریکہ میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی نمایاں تنظیم (CAIR) نے امریکی فوجی افسر کو دعوتِ خطاب دی جو مختصراً پیش ہے۔ اس امریکی جیسے بہادر لوگ غزہ کے لازوال استقامت والے مردوں، عورتوں، بچوں نے دنیا بھر میں اٹھا کھڑے کیے ہیں اپنی اعلیٰ و ارفع مثال سے۔

لیفٹیننٹ کرنل انتھونی اگیلار، غزہ میں (GHF) انسانیت کے نام پر امداد فراہم کرنے والا ادارہ تھا جس میں اسرائیلی، امریکی حکومت اور کرائے کے (اسلام دشمن) فوجی کام کر رہے تھے۔ خوراک ناقص، ناکافی، کچی، (چاول، لوبیا، پاستا) بلا پانی کی فراہمی کے بھوکے فلسطینیوں کو دی جاتی جبکہ پکانے کے اسباب بھی میسر نہ تھے۔ کرنل کے مطابق پہلے اسرائیل میں (امریکہ سے آنے پر) اہل غزہ کی بدترین تصویر کشی کر کے نفرت سے ہمیں بھرا جاتا۔ پھر ہم ڈیوٹی پر آتے۔ یہاں تعینات ہوا تو پہلی مرتبہ آنکھوں سے اہل غزہ کی بے چارگی، ظلم اور خوراک کے بس بھرے ڈبے تذلیل سے تھما کر واپس جاتوں پہ گولیاں برستی دیکھیں۔ اس نے کہا: میں اس قابل نہیں ہوں کہ میں نہایت بہادر، باہمت فلسطینیوں کی آواز بنوں۔ کاش! میں بھی ان جیسا ہوتا! اس لیے آیا ہوں کہ مجھے ایک دن اپنے خالق کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ خدا مجھ سے پوچھے گا، 'میں نے تمہیں قوت گویائی دی تھی، تم نے سچ کیوں نہ بولا؟ میں نے تمہیں ہمت، جرأت دی تھی۔ کیوں تم نے بزدلی کا انتخاب کیا؟ میں نے تمہیں دماغ دیا تھا، تم نے کیوں اپنے لیے (ادا کیے جانے والا کردار) نہ سوچا؟ لیکن میں اپنے خدا (God) سے یہ گفتگو نہیں چاہتا۔ سو میں نے کہا، میں سچائی کے لیے کھڑا ہوں گا اور سچ بولوں گا۔ بہادر بنوں گا۔ نہایت خوبصورت قوم کے لیے جو بے آواز رہی۔ کرنل نے کہا کہ بدی (باطل کو) کامیابی کے لیے صرف ایک چیز درکار ہوتی ہے، کہ نیکی (حق) کچھ بھی نہ کرے! (یا کرے تو اصلاً در پردہ باطل (اسرائیل امریکہ) کی مضبوطی کے لیے، ان سے مفادات لینے کو کرے! کیا 2 ارب مسلمان یہی نہیں کر رہے؟)

فلسطینیوں کا جو حال دیکھا اس نے مجھے اندر تک کاٹ کر رکھ دیا۔ نسل کشی، فاقہ کشی، بیماریاں، مسلسل ایک سے دوسری جگہ منتقلی! انسانیت پر سیاہ دھبہ جو کبھی مٹایا نہ جا سکے گا! اور مسلمانی پر؟ (مختصراً) یہ کہ وہ ایک چھوٹی لڑکی کا واقعہ سناتا ہے جو اس وقت امداد لینے آئی جب سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ ننگے پیر، کمر پر بستہ پہنا ہوا، جنگی علاقے میں بے خوف چلی آئی کہ گھر والوں کے کھانے کو کچھ مل جائے۔ سیدھی میرے پاس آئی۔ ایک مسلح امریکی فوجی ترجمان کے ذریعے مجھ سے کہا، کھانا کہاں ہے؟ 'کھانا تو ختم ہو گیا'۔ مگر میں تو خالی ہاتھ نہ جاؤں گی۔ پھر کچھ بسکٹ

تھے، پیک جو میں نے اسے دیئے۔ اس نے وہ قریب کھڑے بچوں میں بانٹ دیئے۔ میں نے ایک اور پیک دیا، اتنے میں اسرائیلی فوجیوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ میں نے اسے کہا، فوراً تم گھر جاؤ۔ گھر جاؤ۔ اس نے اپنے تھیلے میں سے ایک تصویر نکالی۔ کہا۔ یہ میرا گھر تھا، عین اسی جگہ (جہاں ہم کھڑے تھے) اشارہ کرتی گئی۔ وہاں میرا سکول تھا، وہاں مسجد، وہاں کھیل کا میدان! میں نے پھر کہا بچی سے۔ ابھی تم گھر جاؤ۔ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے لگی، 'تم گھر جاؤ' اور یہی سچ تھا! اور میں فوراً امریکہ لوٹ آیا۔ سیدھا کانگریس گیا۔ فارن افیئرز کمیٹی میں۔ میں نے وہاں سینیٹرز کو برملا امریکی آئین تھامے کہا کہ 'امریکی حکومت نسل کشی میں شراکت کار ہے۔ تم آئین سے اپنے حلف کی پاسداری کرو' اس نے غصے میں کہا 'تم جیل جاؤ!'۔ مجھے گرفتار کیا گیا اور وہ میری زندگی کا قیمتی ترین قابل فخر لمحہ تھا!

ہماری حکومت کے کچھ سیاستدان سودا کیے ہوئے ہیں۔ پیسے سے، طاقت سے، AIPAC (امریکی اسرائیلی یک جہتی کمیٹی) سے مفادات حاصل کرنے والے، یا کسی اور بیرونی طاقت سے (فوائد سمیٹنے والے!) یہ امریکی طریقہ نہیں ہے۔ (بھولے بادشاہ! ہم سے پوچھو! ہم امریکی کالونی ہیں۔ یہ انہوں نے ملکوں ملکوں انسان خرید رکھے ہیں اور یہی آگے ان کا بھی طریق واردات ہے!) اس کا کہنا تھا کہ پیارے فلسطینی لوگوں کی آواز کو باطل نے دبا رکھا ہے۔ یہ ہم نہ ہونے دیں گے۔ کہانیاں تو لامتناہی ہیں۔ کہیں کہیں سے سنائے ہیں ہم نے افسانے! مغرب پورا جاگ اٹھا ہے۔ کرنل نے بہت بھاری سودا کیا ہے خالق سے۔ اللہ اسے ایمان دے۔ کیئر کے میزبان کے مطابق، اب اس کا کیریئر، اس کی بیوی بچوں کی جان خطرے میں ہے اللہ ان آوازوں کو توانا کر دے۔

مغربی حکومتیں کرپٹ اور اسرائیل سے دبتی ہیں۔ عوام، حتیٰ کہ ان کے نچے، گویے، آرٹسٹ سبھی کے ضمیر جی اٹھے ہیں۔ یوروویژن، راگ رانگنی کا بھاری اکھ، اس پر بے شمار یورپی ممالک شہرت، عزت، پیسے کو دھتکار کر شمولیت سے انکاری ہو رہے ہیں، اگر قاتل اسرائیلیوں کو اس میں شمولیت کی اجازت ملی! اور ہم؟ غزہ کی بجائے امریکہ اسرائیل کی جی حضوری کر رہے ہیں۔ وہ مکھن لگا کر ہم سے ایمان خرید رہے ہیں؟

کعبہ پہلو میں ہے اور سودائی بت خانہ ہے!

❀❀❀

پریس ریلیز 12 دسمبر 2025ء

جنرل فیض حمید کو سزا سنانے سے عسکری اداروں میں خود احتسابی کی ایک اچھی روایت قائم کی گئی ہے۔ سابق اور حاضر سروس اعلیٰ عہدے داروں کو بھی احتساب کے دائرہ میں لایا جائے۔

شجاع الدین شیخ

آئی ایم ایف کی حالیہ رپورٹ نے پاکستانی اشرافیہ کی کرپشن اور اقرباء پروری کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ پاکستان کی انتہائی دگرگوں معاشی حالت کے باوجود اشرافیہ کے للّے تللّے جاری ہیں۔ جب تک پاکستان سودی قرضوں کی جکڑ بندی اور کرپشن سے آزاد نہیں ہوتا معیشت کی بہتری کا کوئی امکان نہیں۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ جنرل فیض حمید کو کورٹ مارشل کے نتیجے میں 14 سال قید بامشقت کی سزا سنانے سے عسکری اداروں میں خود احتسابی کی ایک اچھی روایت قائم کی گئی ہے۔ مجرم کے دیگر عسکری ساتھیوں بشمول سابق اور حاضر سروس اعلیٰ عہدے داروں کو بھی احتساب کے دائرہ میں لایا جائے۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ اسلام ہمیں واضح حکم دیتا ہے کہ کوئی شخص چاہے کتنے ہی بڑے عہدے پر فائض کیوں نہ ہو، احتساب سے مبرا نہیں۔ نبی اکرم ﷺ اور ان کے وصال کے بعد خلفاء راشدین ؓ نے اس دینی اصول کی عملی مثالیں قائم کر کے دکھائیں، جو آج بھی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ مشہور واقعہ ہے کہ بنی مخزوم قبیلے کے ایک بڑے خاندان کی عورت پر جب چوری کا جرم ثابت ہوا اور آپ ﷺ نے اس پر حد نافذ کی تو کچھ لوگوں نے اُس کے حسب ونسب کی بنیاد پر اُسے معاف کرنے کی سفارش کی جس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہوئے کہ جب اُن میں کوئی معزز شخص جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور اگر کوئی عام آدمی جرم کرتا تو اسے سزا دیتے تھے۔ اگر (بالفرض محال) فاطمہؓ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتیں تو میں ان پر بھی ہاتھ کاٹنے کی قرآنی حد نافذ کرتا۔ خلفاء راشدین ؓ دور میں بھی بلاتفریق احتساب کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ امیر تنظیم نے کہا کہ ایک سابق جرنیل کو اس کے جرائم ثابت ہونے پر سزا دینے سے ایک اچھی روایت کا آغاز کیا گیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سیاسی اور عسکری وعدالتی بیوروکریسی کے دیگر اہم عہدوں پر فائض ماضی اور حال کے تمام مجرموں، بالخصوص جنہوں نے کرپشن کر کے قومی خزانہ کو لوٹا ہے، کو قانون اپنی گرفت میں لے اور نہ صرف انہیں قرار واقعی سزا دی جائے بلکہ اُن سے لُوٹا ہوا پیسہ بھی برآمد کر کے عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ ملک کی بقا اور سلامتی کے لیے ناگزیر ہے کہ ریاستی ادارے آئین اور قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں ادا کریں۔ ریاست کو ماں کا کردار ادا کرنا چاہیے۔ حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ عوام کے ساتھ شفقت کا سلوک کریں اور اپنے حقوق کے لیے پُرامن احتجاج کرنے والوں پر تشدد سے مکمل گریز کریں۔ امیر تنظیم نے کہا کہ ملکی سلامتی کے لیے لازم ہے کہ سب اپنی غلطیوں کو تسلیم کر لیں۔ ملک کے ناراض طبقوں کے زخموں پر مرہم رکھنا اور مذاکرات کا راستہ اختیار کرنا ناگزیر ہے۔ صرف ایسے عناصر کے خلاف آئین وقانون کے مطابق کارروائی کی جائے جن کے خلاف کسی قابل دست اندازِ جرم میں ملوث ہونا ثابت ہو جائے۔ اسی میں سب کے لیے عافیت ہے اور مملکت کے اندرونی و بیرونی دشمنوں کی چالوں کو بھی اسی طرزِ عمل اور حکمتِ عملی کے ذریعے ہی ناکام بنایا جا سکتا ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

دسمبر کی تلخ گواہی

اطہر قادر حسن

دسمبر کا مہینہ جب بھی آتا ہے پاکستان کی اجتماعی یادداشت کے اوراق خونچکاں ہو جاتے ہیں۔ یہ مہینہ تاریخ کے اُس باب کو تازہ کر دیتا ہے جسے ہم چاہ کر بھی بھلا نہیں پاتے۔ 1971ء ہماری وہ کڑی آزمائش تھی جس میں ہم ناکام ہوئے۔ مشرقی پاکستان کے زخم نہ صرف ہمارے سیاسی رویوں کی کمزوریوں کا آئینہ ہیں بلکہ قوموں کے مستقبل پر ماضی کی غلطیوں کے اثرات کی بھی واضح مثال ہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد مرکز میں طاقت اور معاشی وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم، اردو کو واحد قومی زبان قرار دینے کا فیصلہ اور مغربی پاکستان کے حکمران طبقے کی سیاسی و مالی بالادستی نے دونوں حصوں کے درمیان بے اعتمادی کو بڑھایا۔ مگر اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھے لوگوں نے اسے سنجیدگی سے نہ لیا۔ بنگالی مسلمانوں کو شکوہ تھا کہ اُن کی اکثریت ہونے کے باوجود طاقت کے مراکز میں ان کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر ہے۔

1954ء ہو یا 1965ء یا پھر 1970ء کے انتخابات ہر بار انہوں نے واضح طور پر یہ باور کرایا کہ انھیں اپنے سیاسی مستقبل کے بارے میں خود فیصلہ کرنے کا حق دیا جائے۔ مگر 1970ء کے انتخابات کے بعد جس طرح اقتدار کی منتقلی میں تاخیر کی گئی اس نے مغربی پاکستان کی قیادت پر سوالات کھڑے کیے۔

یہ وہی وقت تھا جب تاریخ نے اختلافات کو سلجھانے کا ایک آخری موقع ہمارے ہاتھوں میں رکھا مگر ہم اسے نہ سمجھ سکے اور نہ سنبھال سکے۔ 1971ء کی جنگ میں بھارت نے یقیناً انھی عوامل کا فائدہ اٹھایا جو آگ ہمارے اندر کی ناانصافیاں بھڑکا رہی تھیں۔ اگر ہم اس حقیقت کا اعتراف کرنے کی ہمت رکھیں تو آج بھی اس زخم سے سیکھ سکتے ہیں۔ سقوطِ مشرقی پاکستان فکری، عوامی، سیاسی اور انتظامی شکست تھی۔

بنگلہ دیش کئی حوالوں سے مسلسل ترقی کی طرف بڑھتا نظر آتا ہے۔ برآمدات، صنعت، تعلیم اور بنیادی ڈھانچے کی بہتری، بنگلہ دیش نے ان تمام شعبوں میں نمایاں پیش رفت کی ہے۔ پاکستان گزشتہ کئی دہائیوں سے سیاسی عدم استحکام، معاشی بحرانوں اور پالیسیوں کے تسلسل کی کمی کا شکار ہے۔ آج پاکستان اور بنگلہ دیش سیاسی، معاشی اور سفارتی تعلقات کے ایک نئے دور میں داخل ہو چکے ہیں۔ دونوں ممالک تجارت بڑھانے کے خواہشمند ہیں۔ بنگلہ دیش کے عوام آج بھی پاکستان کے عوام سے محبت رکھتے ہیں۔ پاکستان نے بھی گزشتہ برسوں میں اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ سفارتی تعلقات کو مزید بہتر بنانا علاقائی تعاون کے لیے ضروری ہے۔

مستقبل کی نسلیں ماضی کی تلخیوں کے ساتھ نہیں جی سکتیں، انھیں امید، تعاون اور ترقی کے نئے راستے چاہئیں۔ اس تناظر میں دسمبر کا تقویمی درد صرف ماضی کا ماتم نہیں کرنا چاہیے بلکہ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم نے اُس سانحے سے کیا سیکھا اور آج اپنے ملک میں کون سی وہ چیزیں ہیں جنھیں درست کرنے کی فوری ضرورت ہے۔ لسانی اختلافات آج بھی موجود ہیں، صوبائی خدشات آج بھی اپنی جگہ ہیں، معاشی عدم مساوات آج بھی ہمارے قومی ڈھانچے کو کمزور کر رہا ہے اور سیاسی قیادت آج بھی تقسیم میں ہے۔

تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ قومیں تب ہی مضبوط ہوتی ہیں جب ان میں انصاف غالب ہو، جب وسائل کی تقسیم شفاف ہو، جب ریاست اپنے ہر شہری کو برابر کا درجہ دے اور جب سیاسی فیصلے عوامی خواہشات اور قومی مفاد کو سامنے رکھ کر کیے جائیں۔ اگر ہم آج بھی ان بنیادی اصولوں کو نظر انداز کریں گے تو ماضی پھر دروازہ کھٹکھٹانے آئے گا اور تاریخ ایک بار پھر سوال اٹھائے گی کہ ہم نے آخر کیا سیکھا؟ تاریخ کا بوجھ صرف یاد رکھنے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اس سے سیکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ 1971ء ہمارا سب سے بڑا قومی زخم تھا مگر یہ زخم قوم کی تعمیرِ نو کا ایک اہم سنگِ میل بھی بن سکتا تھا۔ بدقسمتی سے ہم نے اس موقع سے وہ فائدہ نہیں اٹھایا جو ہمیں اٹھانا چاہیے تھا مگر آج بھی دیر نہیں ہوئی۔ آج کا پاکستان اگر خود احتسابی، شفافیت، قومی اتحاد، معاشی انصاف اور سیاسی بلوغت اپنانے کا فیصلہ کر لے تو ماضی کے زخموں پر مرہم رکھا جا سکتا ہے۔

اور آج کا بنگلہ دیش اگر پاکستان کے ساتھ تجارت، سرمایہ کاری اور عوامی روابط بڑھا کر تعلقات کو نئی سمت دے تو یقیناً دونوں ممالک خطے میں ایک نئے دور کے آغاز کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔ دسمبر کا پیغام محض سوگ نہیں یہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ماضی کو دفن نہیں کیا جا سکتا مگر اس کے زخم مستقبل کی روشنی میں بھلے ضرور ہو سکتے ہیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم تاریخ کے تلخ اوراق سے گریز نہ کریں بلکہ ان سے سیکھ کر ایسا پاکستان اور ایسا خطہ تعمیر کریں جہاں تقسیم نہیں، اتحاد اور تعاون غالب ہو۔ خدا کرے کہ ہماری قیادت اس ضمن میں مثبت فیصلوں کی بنیاد رکھیں۔ (بشکریہ روزنامہ ایکسپریس) ❀❀❀

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ پنجاب شمالی کے رفیق محترم شفاء اللہ خان کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0323-8557070

☆ حلقہ کراچی شمالی، نارتھ ناظم آباد تنظیم کے نقیب محترم نعمان انجم کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0300-2430744

☆ حلقہ پنجاب شمالی کے رفیق محترم فہد علی سید کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0321-5693820

☆ حلقہ کراچی وسطی، راشد منہاس جوہر 1 کے ناظم تربیت محترم نعمان کامل کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0333-3674851

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلشن اقبال کے ناظم مالیات محترم محمد طاہر کی خالہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0333-3313221

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

بچوں کی تربیت میں ماں کا کردار

ماجدہ نعیم

معاشرے کی فلاح و بہبود میں خواتین کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ معاشرہ افراد سے بنتا ہے اور فرد کی اصلاح ایک مسلسل عمل کی متقاضی ہے، کیونکہ افراد کا تشکیل پذیر معاشرہ بھی افراد ہی کی طرح ہمیشہ اصلاح کا طلبگار رہتا ہے، بالخصوص موجودہ دور میں معاشرے میں اعلیٰ اقدار زوال پذیر ہوتی جا رہی ہیں۔ اچھائیوں کا تناسب روز بہ روز کم اور برائیاں بڑھ رہی ہیں، لہٰذا معاشرے میں اصلاح کی ضرورت پہلے کے مقابلے آج کچھ زیادہ ہی ہے۔

معاشرے کی بنیادی اکائی گھر اور خاندان ہے۔ گھروں کا ماحول پاکیزہ اور اعلیٰ اقدار کا حامل ہو گا تو معاشرے کی ہر اکائی خود بخود بہتر ہو جائے گی، اس طرح ایک مثالی معاشرہ وجود میں آئے گا۔ معاشرے کی بنیادی اکائی گھر، چونکہ خواتین کے دائرہ کار کا محور ہوتا ہے اس لیے معاشرے کے بگاڑ کی اصلاح کے لیے گھر کو معاشرے کی بنیادی اکائی بنا کر اسے بہتری کی طرف لانا خواتین کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

نبی کریم ﷺ نے خواتین کو خانگی اور معاشرتی ہر سطح پر ان کا صحیح مقام و مرتبہ عطا فرمایا۔ خانگی اور معاشرتی ہر دو سطح پر عورت کو انسانی عظمت و احترام سے سرفراز کیا۔ دراصل کسی معاشرے میں عورت کو جو مقام عطا کیا جائے وہ اس لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے کہ ایک تو اس مقام کی بدولت خود عورت کی ذات، شخصیت اور معاشرے میں اس کے کردار کا تعین ہوتا ہے، دوسرے لازمی طور پر خود پورا معاشرہ بھی متاثر ہوتا ہے۔ اگر عورت کو اس کا صحیح مقام و مرتبہ نہ دیا جائے تو نہ صرف معاشرہ اس کی قابلیت و صلاحیت سے استفادہ کرنے سے محروم رہتا ہے، بلکہ خواتین اپنے مخصوص دائرہ کار، یعنی گھر میں بھی اپنا خاطر خواہ اور بھرپور کردار ادا نہیں کر سکتیں۔

اصلاحِ معاشرہ کے عمل میں خواتین کا کردار مردوں کے کردار کے مقابلے میں زیادہ اہم ہے، کیونکہ عورت ماں ہے اور ماں کی گود میں ہر معاشرے کی نئی نسل پرورش پاتی اور اسی کے ہاتھوں پروان چڑھتی ہے۔ ماں اپنی تربیت سے نسلِ نو کو کردار و عمل کا ایسا نمونہ بنا سکتی ہے، جو انسانیت کے لیے باعثِ فخر و نجات ہو۔ نئی نسل تک زندگی کی اعلیٰ اقدار کو پہنچانے میں خواتین کا حصہ زیادہ ہوتا ہے اور نئی نسل کی ذات و شخصیت میں اعلیٰ اقدار اور اوصافِ حمیدہ کا رچاؤ ماں ہی کرتی ہے۔ ماں غیر محسوس طور پر اپنے نظریات، اپنے طرزِ فکر اور اپنی شخصی خوبیوں کو اپنی گود میں پلنے والی نئی نسل کو منتقل کرتی رہتی ہے۔ ماں کی گود انسان کی اوّلین درس گاہ ہوتی ہے۔ یہ درس گاہ جتنے بلند معیار کی ہوگی، یعنی ماؤں کی تربیت جتنی بہترین ہوگی، اتنی ہی نئی نسل کو اعلیٰ اقدار منتقل ہوں گی۔ ماں میں اگر ایمانی جذبہ اسلام کی تعلیمات کی روح کے مطابق ہوگا تو معاشرہ بھی اسی معیار کا ہوگا۔

معاشرے کی اصلاح اور فلاح و بہبود کے لیے یہی بنیادی عمل ہے، یعنی اچھائی کا پھیلاؤ اور گناہوں سے روکنے کا فریضہ اور تعلیماتِ نبویؐ کی روشنی میں اصلاح اور معاشرے میں اہلِ ایمان خواتین کے کردار کی یہ اساس ہے۔ ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ: ''تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور اس سے (اس کی رعیت کے متعلق) سوال کیا جائے گا۔ ماں باپ سے اُن کی اولاد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔''

لہٰذا ثابت ہوا کہ مسلمان خواتین بھی تربیتِ اولاد اور اصلاحِ اولاد کے متعلق ذمہ دار ہیں اور ان سے اولاد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ مسلمان خواتین پر ان احادیث کی روشنی میں یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ جو اولاد اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے لطف و کرم سے عنایت کی ہے اس کی تربیت و پرورش پوری ہوش مندی سے کریں، کیونکہ یہ ایک ایسا اہم فریضہ ہے جس سے ایک معاشرہ وجود میں آتا ہے، لہٰذا حکیم و بصیر اور اس کے رسول نے تربیت اولاد، شخصیت سازی اور اصلاحِ معاشرہ کا جو بے حد اہم اور بنیادی فریضہ مسلمان خواتین کو تفویض کیا ہے اس کے لیے ان سے یومِ حشر سوال کیا جائے گا۔

آج جب ہم اپنے معاشرے میں اخلاقی گراوٹ، اعلیٰ اقدار کی کمی اور عملیت کا فقدان دیکھتے ہیں، نیز جب مسلمانوں کو کردار و عمل سے عاری دیکھتے ہیں تو یہ صورتِ احوال دراصل اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ آج کی مسلمان مائیں یا تو اخلاصِ عمل اور جذبہ ایمانی کے لحاظ سے اس معیار اور اس درجے کی مسلمان خواتین نہیں رہیں، جس معیار پر تعلیماتِ نبوی کے مطابق مسلمان ماؤں کو ہونا چاہئے تھا۔ ماؤں کی سیرت و کردار، علم و فضل اور معمولات تو بچے کی شخصیت و ذات پر اس کی ولادت سے پہلے، یعنی دورانِ حمل ہی اثر انداز ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور رحمِ مادر میں بچے کے ذہن کی ساخت و تعمیر پر گہرے نقوش چھوڑتے ہیں۔ تمام اولیائے کرام اور نیک ہستیوں کی مائیں نہایت متقی، پرہیزگار اور باعمل خواتین رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ راسخ العقیدہ اور باعمل مسلمان خواتین کے بطن سے ہی قابلِ فخر فرزندانِ اسلام اور بطلِ جلیل پیدا ہوئے۔ یہی حکمت تھی کہ کائنات کے محسنِ اعظم حضرت محمد ﷺ نے اہلِ ایمان خواتین کی تربیت و تعلیم پر خاص طور پر زور دیا اور مسلمان مردوں کے ساتھ مسلمان عورتوں کے لیے بھی طلبِ علم کو فرض قرار دیا۔

ماہرینِ عمرانیات کی نظر میں معاشرتی اصلاح کا جامع اور ہمہ گیر پہلو یہی ہے کہ افرادِ معاشرہ کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کے اجالوں میں لایا جائے، یعنی معاشرتی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ معاشرے کے افراد کو تعلیم یافتہ بنا دیا جائے، ایسا صرف اسی وقت ہوسکتا ہے جب مسلمان خواتین کو حصولِ علم سے محروم نہ رکھا جائے۔ آج اگر بیٹوں کی تعلیم پر والدین یہ سوچ کر توجہ دیتے ہیں کہ وہ باشعور شہری بن کر اپنا معاش بہتر طور پر کما سکیں تو بیٹیوں کو بھی اسی طرح تعلیم سے بہرہ مند ہونے کا موقع دیں تاکہ وہ باشعور شہری بننے کے ساتھ بہترین ماں، بیوی، بہن اور بیٹی بن سکیں۔ مسلمان خواتین حدیثِ نبوی کی روشنی میں اگر طلبِ علم کے فریضے کو اوّلین اہمیت دیں اور اپنی بیٹیوں اور بیٹوں کے حصولِ علم کی راہ ہموار کریں تو یہ معاشرہ تعلیم یافتہ افراد کا معاشرہ ہوگا اور جہالت کے باعث، جو معاشرتی برائیاں اس معاشرے میں پھیلی ہوئی ہیں، ان کی اصلاح کی جاسکے گی۔

آج ہمارے معاشرے میں راتوں رات دولت مند بن جانے کا جنون عام ہے۔ کسبِ حلال کی اہمیت کو

پس پشت ڈال کر دولت کی ہوس نے معاشرے میں بے شمار خرابیوں کو جنم دیا ہے۔ اگر خواتین نبی کریم کی تعلیمات کے مطابق سادگی سے اپنی زندگی بسر کرنے کو شعار بنالیں، غیر ضروری فرمائشیں اور ہر آسائش کی خواہش سے اپنے آپ کو باز رکھیں تو اُن کے گھرانے کے مرد ناجائز دولت کے حصول پر مجبور نہیں ہوں گے۔ راشی و مرتشی دونوں کو جہنم کی وعید دینے والی حدیث کی نہ صرف یاددہانی کرواکر، بلکہ غیر ضروری اخراجات سے پہلوتہی کرکے خواتین رشوت کی لعنت کو معاشرے سے ختم کرنے میں مددگار ہوسکتی ہیں۔

معاشرہ، اخلاقی اعتبار سے جس انحطاط کا شکار ہے، اوّل تو یہ کہ اگر ہر عورت حیاء اور پردے کے تقاضوں پر عمل پیرا ہو تو بے حیائی اور فحاشی کا قلع قمع ہو جائے گا۔ عورت کی نام نہاد آزادی کے رجحان کی بدولت اسلامی معاشرت کے خلاف ہمارے رویے کی اصلاح صرف اسی طور پر ممکن ہے جب ہم اپنی زندگیوں کو نبی کریم ﷺ کی تلقین کے عین مطابق گزاریں۔ آج اگر مسلمان خواتین اپنے اور اپنی اولاد کے معاشرتی رویئے میں تعلیماتِ نبوی ﷺ کے تحت یہ روش اختیار کریں کہ ہر مسلمان سے، ہر ہم وطن سے یہ سوچ کر کہ میرے آقا و مولاؐ نے مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی قرار دیا ہے اور بھائی سے محبت کی جاتی ہے، اس کا لحاظ کیا جاتا ہے، اس سے مروّت برتی جاتی ہے، اس کا احترام کیا جاتا ہے، اس سے درگزر کیا جاتا ہے۔ اس طرح صوبائی تعصب اور منافرت کا وجود پاکستان کے معاشرے سے عورت ہی ختم کرسکتی ہے۔ اگر نئی نسل کے لیے ان کی مائیں ان کی حقیقی دوست اور غم گسار بن جائیں۔ ان کی محرومیوں میں ان کا ذہنی وجذباتی سہارا ہوں۔ ان میں ہمت و حوصلہ پیدا کرنے والی ہوں اور اپنی اولاد کو اللہ سے لو لگانے کی ترغیب دینے والی ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسے اور مکمل ایمان و ایقان ان کی روح میں اتار دیں تو ایسے تباہ کن سہاروں کی تلاش یا ایسے سہارے پکڑنا ہمارے بچوں کا مقدر نہیں بن سکے گا۔

اللہ تعالیٰ آج کی مسلمان خواتین کو مسلمان ماں کا نورِ بصیرت اور طرزِ محبت عطا کرے تاکہ ہمیں اور ہمارے بچوں کو زندگی گزارنے کا اصل مقصد اور طریقہ سمجھ آجائے اور ہمارا معاشرہ خالصتاً مادی معاشرے کے بجائے ایسا معاشرہ بن جائے، جس کا منتہائے مقصود دین و دنیا کی فلاح ہو۔ آمین یارب العالمین!

❁❁❁

ایک اہم اطلاع

❁ مکتبہ خدام القرآن لاہور سے کتب اور جرائد کی خریداری کے لیے یا کسی قسم کی شکایت کی صورت میں ان واٹس ایپ نمبرز پر رابطہ کیجیے:

ہفت روزہ ندائے خلافت، ماہنامہ میثاق، سہ ماہی حکمت قرآن : 0341-4941212

کتب : 0301-1115348

❁ ادائیگی کے لیے صرف درج ذیل بینک اکاؤنٹ ہی میں رقم ارسال فرمائیں اور سکرین شاٹ کے ذریعے اس کی اطلاع بھی ضرور کیجیے کہ اسے کس مد میں ارسال کیا گیا ہے:

Dubai Islamic Bank
Account Title : Markazi Anjuman Khuddam Ul Quran (Maktaba)
Branch Code : 010
Branch Name : Peco Road,Lahore
IBAN : PK17DUIB0000000062871003

از: منیجر، مکتبہ خدام القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

اسلامی بینک عموماً کسی قسم کی معاشرتی فلاح و بہبود میں حصہ نہیں لیتے، حالانکہ وہ آسانی کے ساتھ ایسا کر سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ کرنٹ کھاتوں میں جمع شدہ بھاری رقوم کے فوائد میں سے کچھ حصہ مختص کر سکتے ہیں، جن پر وہ خود تو کثیر منافع کماتے ہیں لیکن کھاتے داروں کو کچھ ادا نہیں کرتے، کیونکہ کرنٹ اکاؤنٹ کی حیثیت ایک طرح کے قرض کی ہوتی ہے جو رقم جمع کرانے والے کی جانب سے بینک کو دیا جاتا ہے۔ لہٰذا قرض دہندہ اس کے عوض کسی قسم کے نفع کا استحقاق نہیں رکھتا۔

اسلام کی روح سے ہم آہنگ اپنی ایک الگ شناخت بنانے کے لیے اسلامی بینکنگ کی زیادہ توجہ کسی معاہدے کے قواعد و ضوابط اور قانونی موشگافیوں کے بجائے مقاصدِ شریعہ اور اقدار پر ہونی چاہیے۔ صرف اسی صورت میں ایک ایسا بینکنگ نظام وجود میں آئے گا جس کی بنیاد شریعت پر ہو اور وہ معاشرتی اہداف کے حصول کے اعتبار سے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مصروفِ عمل ہو۔ لیکن اس کے لیے لازم ہے سودی بینکوں کے ساتھ ''مقابلہ'' کی کیفیت کا خاتمہ ہو، جو سود پر مکمل پابندی کے بغیر ممکن نہیں!

(جاری ہے)

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1329 دن گزر چکے!

لبرل ازم، سقوطِ ڈھاکہ اور پاکستان کا مستقبل

رفیق چودھری

تقسیم ہند سے قبل مسلمانان برصغیر کی قوت کا شیرازہ مختلف قبائل، جاگیروں، نسلی ولسانی بٹواروں پر مشتمل ریاستوں، راجواڑوں اور جماعتوں اور فرقوں کی صورت میں بکھرا ہوا تھا۔ اس بکھری ہوئی منتشر قوم کو ایک لڑی میں پروکر باہم متحد و منظم کرنے میں جو واحد نظریہ کارفرما تھا، وہ تھا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہی وہ واحد جذبہ تھا جس کی بدولت چٹا گانگ سے لے کر درۂ خیبر تک اور بحیرۂ عرب کے ساحل سے لے کر کوہ ہمالیہ کے دامن میں پھیلی وادیوں تک مختلف قبائل، برادریوں، راجواڑوں، گروہوں اور فرقوں میں منقسم مسلمان آپس میں نہ مٹنے والے اختلافات بھلا کر اور نسلی، لسانی، علاقائی اور ثقافتی تفاخر اور منافرتیں مٹا کر باہم شیر وشکر ہوجانے پر مجبور ہوگئے۔ جس کے نتیجے میں عظیم مملکت پاکستان معرض وجود میں آگئی۔

اس نوزائیدہ مملکت کو ہندوستان کی سرزمین پر اپنا وجود برقرار رکھنے کے لیے نظریۂ پاکستان کے فروغ کی اس سے کہیں زیادہ اشد ضرورت تھی جتنی کہ اس کے قیام کے لیے، کیونکہ نظریہ ہی ہندو اور مسلمانوں میں بنیادی فرق اور پاکستان کی بنیاد تھی، اگر نظریہ کو درمیان سے نکال دیا جائے تو بھارت اور پاکستان کے درمیان سرحد بے معنی ہوجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مکار ہندو نے کمال عیاری سے دوقومی نظریہ کی دیوار میں دراڑیں ڈالنے کے لیے شروع دن سے ہی پُرفریب حربے استعمال کیے۔ کبھی ”ہندو مسلم ایک قوم“ کے نعرے لگائے گئے تو کبھی مسلمانوں میں زبان، کلچر، رنگ ونسل کا زہر بھرنے کی کوشش کی گئی اور کہیں علاقائی منافرتیں بیدار کرنے کے لیے نیشنل ازم کو اجاگر کیا گیا۔ ہندوؤں کے ان تمام مکروہ ہتھکنڈوں کے جواب میں اشد ضرورت اس امر کی تھی کہ قیام پاکستان کے بعد سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر نظریۂ پاکستان کو فروغ دیا جاتا اور قومی معاشرت کی بنیاد خالصتاً اسلامی تہذیب، تشخص، روایات اور طرز زندگی پر رکھی جاتی، مدرسوں، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ترجیح بنیادوں پر اسلامی تشخص کو اُبھارا جاتا۔ دور جاہلیت کی لسانی، علاقائی، ثقافتی عصبیتوں اور منافرتوں کا قلع قمع اسلام کے سنہری اصولوں اخوت، مساوات اور عدل و انصاف کے ذریعے کیا جاتا۔ آئین، سیاست، معاشرت، معیشت، تعلیم، عدلیہ، میڈیا سمیت ہر شعبے اور ہر ادارے میں ہر سطح پر بنیادی نظریہ کے مطابق اسلامائزیشن کا عمل اولین ترجیح قرار دیا جاتا۔ یوں قومی یکجہتی وہم آہنگی کی ایسی فضا قائم ہوجاتی کہ جس میں رنگ، نسل، زبان، کلچر، سندھی، بلوچی، پٹھان، پنجابی، بنگالی اور ہر طرح کی تقسیم وتفریق ایک قومی دھارے میں شامل ہوکر ختم ہوجاتی۔۔۔!!

بانیٔ پاکستان اور مصور پاکستان کے ارشادات و فرمودات بھی پاکستان میں ہر ادارے اور ہر شعبہ میں ہر سطح پر اسلامائزیشن کے حوالے سے واضح اور اظہر من الشمس ہیں اور بلاشبہ تحریک پاکستان میں کروڑوں مسلمانوں کی بے مثال قربانیاں، ہجرتیں، بے انتہا صعوبتیں اور اذیتیں بھی ایک مکمل اسلامی نظام کے قیام کی غماز ہیں لیکن بعد کے سیاستدانوں اور حکمرانوں نے اسلامائزیشن کے اس اہم اور اولین فرض کو صرف قرار دادِ مقاصد تک محدود رکھا اور عملی طور پر جو کچھ بھی کیا وہ لبرل اور سیکولر سوچ کا عکاس ہے۔ ان آزاد خیال، ”روشن خیال“ اور لبرل سیاستدانوں اور حکمرانوں نے اپنے طرزِعمل سے پاکستان کے ہر ادارے اور ہر شعبے میں لبرل سوچ کو پروان چڑھایا۔ نتیجہ میں اسلام، نظریۂ پاکستان اور قیام پاکستان کا اصل مقصد عوام وخواص کے فہم وشعور سے محو ہوتا چلا گیا اور بھانت بھانت کے تصورات اور نظریات پروان چڑھتے گئے، اسلامی معاشرت کی بجائے مغربی کلچر اپنی تمام تر آزاد خیالیوں کے ہمراہ غالب ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ بھٹو دور تک محافل شراب و کباب، رقص وموسیقی ایوان اقتدار کا اسٹیٹس بن گیا (جو کہ طبقہ اشرافیہ میں اب تک ہے)۔ عبادات اور رسومات میں ہندوانہ رسوم ورواج بدستور اثر پذیر رہے۔ آئین بدستور 1937ء کا انگریز کا بنایا ہوا اب تک چل رہا ہے، اس میں اسلامائزیشن کے عمل کی بجائے، اسلامی دفعات کی تحلیل وترمیم کو ترجیح دی گئی۔ قیام پاکستان کے بعد اگر سیاست کی بنیاد اسلامی اصولوں پر رکھی جاتی تو پاکستان کبھی نہ ٹوٹتا۔ مگر جیسا کہ اقبال نے فرمایا تھا:

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے، تو رہ جاتی ہے چنگیزی!

وہ قوم جو چٹا گانگ سے لے کر درہ خیبر تک اسلام کی بنیاد پر باہم متحد ومنظم تھی، لبرل سوچ کے حامل حکمرانوں اور سیاستدانوں کے طرزِعمل اور باہمی رسہ کشی کے نتیجے میں پارٹی بازی اور تفرقہ بازی کا شکار ہوکر باہم دست وگریبان ہوگئی۔ جس سیاستدان کو اقتدار میں جگہ نہ ملی اس نے ایک نئی جماعت بنا ڈالی اور اس کو برسرِاقتدار لانے کے لیے بسا اوقات بھارت جیسے ازلی دشمن کی پشتیبانی حاصل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا گیا۔ سہروردی اور شیخ مجیب کی عوامی لیگ، جگتو فرنٹ اور دیگر کئی سیاسی پارٹیاں اس کی مثال ہیں۔ چنانچہ اس پارٹی بازی، بھانت بھانت کے نظریات وتصورات کے نتیجے میں قومی اتحاد وملی یکجہتی کا جنازہ اُٹھ گیا اور پھر یہ لبرل طرز سیاست ہی تھی جس نے مشرقی پاکستان کے سوا کروڑ ہندوؤں کو تیس کروڑ مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ سقوط ڈھاکہ کی صورت میں کرنے کا موقع دیا۔ لبرل سیاست کے نتیجے میں کانگریس مشرقی پاکستان میں ایسے ہی متحرک تھی جیسا کہ قیام پاکستان سے پہلے۔ بعدازاں یہی ہندو مجیب الرحمن کی عوامی مسلم لیگ میں شامل ہوگئے اور انہوں نے لفظ مسلم نکال کر نیشنل عوامی لیگ رکھ لیا۔ اسی عوامی لیگ نے پاکستانی قوم کے ملی اتحاد میں پہلا سوراخ بنگالی زبان کے نام پر کیا۔ فروری 1948ء میں ایک ہندو رکن نے اسمبلی میں بنگالی زبان کو قومی زبان قرار دینے کی قرار داد پیش کی اور اس وقت کے وزیراعظم خواجہ ناظم الدین کو اپنے بہت سے مطالبات منظور کرنے پر مجبور کر دیا۔ ان ہندوؤں نے مشرقی پاکستان میں معاشی عدم استحکام اور عدم مساوات کا نعرہ بلند کیا اور پاکستان کو توڑنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔

امریکی دانشور رش بروک ولیمز نے 1970ء میں عوامی لیگ کی انتخابی مہم کے حوالے سے لکھا ہے۔ ”اس قدر وسیع اور جنگی مہم کثیر سرمایہ اور اخراجات کے بغیر ممکن نہ تھی اور یہ سرمایہ اس جماعت اور قائدین کو ہندوؤں نے فراہم کیا تھا۔ کیونکہ اس کا پروگرام اس کمیونٹی کے لیے قابل قبول تھا۔“ اس کی بجائے پاکستانی سیاست کی بنیاد اگر اسلامی اصولوں پر رکھی جاتی تو یقیناً ہندو اقلیت کو مسلم اکثریت کی تقدیر کا اس قدر بھیانک فیصلہ کرنے کا موقع ہرگز نہ ملتا۔

کسی بھی قوم کی تعمیر اور فکری ونظریاتی نشوونما میں تعلیم کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد ضروری تھا کہ شعبہ تعلیم کو بھی اسلامی نظریات سے

ہم آہنگ کیا جاتا لیکن لبرل ذہنیت کے غلبہ نے حکمرانوں کو اس کی ضرورت محسوس نہیں ہونے دی۔ نتیجہ میں نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم بدستور وہی رہا جو انگریز نے چھوڑا تھا۔ مشرقی پاکستان کے 1300 سو نجی ہائی سکولوں اور 47 نجی کالجوں کے 95 فیصد ہندو مالک تھے، جن کے کمروں میں قائداعظم محمد علی جناح کی بجائے گاندھی اور نہرو کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ ڈھاکہ یونیورسٹی اور اس سے ملحقہ کالجوں اور صوبے بھر کے سکولوں میں درس وتدریس پر مامور ہندو اساتذہ نے اپنے بیوی بچے تو کلکتہ اور دیگر بھارتی شہروں میں بھیج دیئے تھے اور خود پاکستان کو توڑنے کے مشن پر گامزن تھے۔ ان ہندو اساتذہ نے مسلمان طالب علموں کی برین واشنگ اس طرح سے کی کہ مشرقی پاکستان کے مسلمان نوجوانوں کی اکثریت ہندوؤں کے دامِ فریب میں آ گئی۔

غرض ہر شعبۂ زندگی اور ہر ادارے میں اسلامی فکر کی بجائے لبرل سوچ غالب آ گئی تھی۔ مشرقی پاکستان میں تعینات پاکستانی عملہ کے متعلق لارنس زائرنگ اپنی کتاب "Pakistan The Enigma of Development" میں لکھتا ہے ”چار سو سول افسران (سی ایس پی) ملک کے سیاہ وسفید کے مالک بن گئے تھے۔ معاشرے اور عوام میں ناراضگی ان افسروں کی کارکردگی پر نہیں بلکہ رویے پر تھی۔ سی ایس پی افسران پر نوآبادیاتی ذہنیت رکھنے اور گورے انگریز سے بڑھ کر تحکمانہ انداز اختیار کرنے کا الزام تھا۔“ لبرل بیوروکریسی کا طرز رہن سہن، لباس، چال ڈھال اور زبان تک انگریزوں والی تھی۔ الطاف گوہر نے ہفت روزہ ”صحافت“ 21 دسمبر 1977ء میں لکھا ”مغربی پاکستان والے اُردو زبان کا ذکر تو بہت کرتے تھے مگر بولتے تھے صرف انگریزی۔ جب کہ بنگالی انگریزی بولنے سے گھبراتے تھے۔ ہندوؤں نے اس فرق کا فائدہ اُٹھا کر بنگالیوں کے ساتھ زبان وثقافت میں مماثلت کی بناء پر اپنا اشتراکی عمل بڑھا لیا۔ رہ گیا اسلام کا ناطہ تو وہ ہوا میں تو برقرار نہ رہ سکتا تھا جب زندگی کے کسی شعبے میں کسی اسلامی قدر کا کوئی نشان نہ تھا تو دلوں میں اس کی جھلک کیوں کر آتی۔ وہی کچہریاں لگتی تھیں، وہی جھوٹی شہادتیں، وہی جبر واستعداد کے طریقے، وہی انگریزی طرز کے الیکشن اور وہی ووٹوں کی دھاندلیاں، اسلام تو بس لفظوں کا ایک کھیل تھا۔“

اسلام کی بجائے لبرل اور سیکولر ذہنیت کے غلبہ کے نتیجے میں بانیٔ پاکستان، مصور پاکستان اور پاکستان کے لیے بے انتہا قربانیاں دینے والے عوام کا اسلامی فلاحی پاکستان کا خواب محض خواب بن کر رہ گیا اور نظریۂ پاکستان کی جگہ بھانت بھانت کے نظریات اور تصورات اپنی جڑیں مضبوط کرتے چلے گئے یہاں تک کہ قومی یکجہتی وملی سلامتی کے دشمن عناصر نے پاکستانی قوم کو ایک لڑی میں پرونے والی دو قومی نظریہ کی ڈور پر ایک بار پھر رنگ ونسل، زبان، کلچر اور نیشنل ازم کی میٹھی اور کند چھریاں چلانے کا ہنر آزما ڈالا اور نتیجہ میں صرف کچھ ہی عرصہ میں وحدت اسلامیہ بکھر کر پارہ پارہ ہوئی، بنگال الگ ہو گیا اور ایک عظیم اور آفاقی نظریہ کی حامل قوم کو گاؤ ماتا کی پجارن اور مشرکہ عورت کے یہ زہر آلود الفاظ سہنے پڑے کہ ”دو قومی نظریہ کو خلیج بنگال کی لہروں کی نذر کر دیا گیا ہے۔“

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ غلیظ ترین دشمن کے یہ تند وتلخ نشتر ہمیں صرف اور صرف پاکستانی حکمرانوں کے لبرل طرز فکر وعمل کی وجہ سے سہنے پڑے؟۔ کیا یہ لبرل ازم نہیں تھا جس کی وجہ سے دو قومی نظریہ اور اسلامی تصورِ سیاست کو پس پشت ڈال دیا گیا؟ کیا یہ لبرل ازم نہیں تھا جس کی وجہ سے ملک میں اسلام اور دو قومی نظریہ سے متصادم اور متضاد نظریات اور تصورات پروان چڑھے؟ کیا اسی لبرل ازم کی وجہ سے ملک میں مغربی و ہندوستانی کلچر، نیشنل ازم، کمیونزم اور سوشلزم وغیرہ کو فروغ نہیں ملا؟ کیا یہ لبرل ازم کا شاخسانہ نہیں ہے کہ قوم نے اسلامی نظام زندگی کا تصور بھلا کر نسلی، لسانی اور ثقافتی بنیادوں پر مہاجر، پشتون، سندھی، بلوچی اور بنگالیوں کے حقوق کی جنگ لڑنا شروع کر دی؟

ماضی کے ان زخموں اور تلخیوں سے سبق سیکھنے کی بجائے آج ہمارے حکمران اعلانیہ اور فخریہ یہ کہتے ہیں کہ ”قوم کا مستقبل لبرل پاکستان سے وابستہ ہے“ اور عملی طور پر اس کا ثبوت ہولی و دیوالی کی ہندوانہ رسموں میں شریک ہو کر کیا جاتا ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ متصور ہوگا کہ انڈیا اور کشمیر میں مسلمانوں کے خون سے جو ہولی کھیلی جا رہی ہے آپ اس میں بھی شریک ہیں۔ کشمیر میں آج بھی پاکستانی پرچم لہرایا جاتا ہے اور ایسا صرف اسلام کے رشتے کی وجہ سے ہے۔ لبرل پاکستان کا تصور اور ہندو نواز پالیسیاں تحریک آزادیٔ کشمیر پر کیا اثرات مرتب کریں گی؟

نظریۂ پاکستان ہی وہ واحد جذبۂ متحرکہ ہے جو ساحل سمندر سے لے کر سیاچن کے گلیشیرز تک محاذوں پر ڈٹے ہوئے جانثار سپاہیوں کے حوصلے اور مورال کو بلند رکھتا ہے۔ اپنی بنیاد سے انحراف کرتے ہوئے لبرل پاکستان کا تصور اور دشمن کی ہولی و دیوالی کی رسموں میں شرکت وطن کے ان جانثار سپاہیوں کے حوصلے اور مورال پر کیا اثرات ڈالیں گے؟

پاکستان محض ایک ریاست کا نہیں بلکہ ایک طویل تاریخ کا نام ہے جسے 711ء میں محمد بن قاسمؒ کے ساتھ آنے والے عرب مجاہدوں، سلطان محمود غزنویؒ کے ہمراہ ہندوستان کے طلسم کدوں اور سومنات جیسے بت کدوں سے کفر وشرک کا آخری حصار توڑنے کے لیے شہادت پانے والے اور شہاب الدین غوریؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ و سید احمد شہیدؒ کی ہمراہی میں غلبۂ دین کی جدوجہد میں شہید ہونے والے اسلام کے جانثار سپاہیوں نے اپنے خون سے رقم کیا ہے۔ لبرل پاکستان کا تصور پاکستان کی اس سنہری تاریخ کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔ نیز یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ کیا قیام پاکستان کے لیے قربانیاں دینے والوں کی منزل لبرل پاکستان تھا؟ کیا لبرل پاکستان کا تصور ان شہیدوں کی روحوں سے غداری نہیں ہے؟

آج لبرل نظریات کا حامل طبقہ یہ بھی کہہ رہا ہے کہ تاریخ کے نام پر پڑھایا جانے والا نصاب زہر آلود اور نفرت پر مبنی ہے لہٰذا اسے تبدیل کیا جائے۔ یعنی صاف الفاظ میں انڈیا سے دوستی کا تقاضا ہے کہ اپنی تاریخ اور نظریات کو بھلا دیا جائے۔ جبکہ دوسری طرف بھارت تو کٹر ہندو ریاست بن چکا ہے۔

لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ ان حالات میں جب کہ ملک میں پہلے ہی انارکی فضا ہے، بھارت سمیت ملک دشمن اور اسلام دشمن عناصر ملکی سلامتی اور قومی یکجہتی کے خلاف زبان، نسل، کلچر، علاقائیت اور صوبائیت کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کے خواہاں ہیں۔ بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں انہی بنیادوں پر تخریب کاری ہو رہی ہے۔ لبرل پاکستان کا حکومتی تصور دشمن قوتوں کے ہاتھ مضبوط کرنے اور ملک میں مزید نظریاتی انتشار اور تفریق وتقسیم کا باعث ثابت ہوگا۔ ان حالات میں قوم کو نظریاتی ہم آہنگی اور ملی یکجہتی کی ضرورت ہے اور وہ صرف اپنے بنیادی نظریہ سے جڑنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے، اپنی بنیاد سے ہٹ کر کوئی بھی عمارت تعمیر کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کا نتیجہ سقوط ڈھاکہ جیسے سانحات کے سوا نہیں نکلے گا۔ حکمران اور مقتدر حلقے اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں! ۞۞۞

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(4 تا 9 دسمبر 2025ء)

جمعرات 04 دسمبر: مرکزی اسرہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ سہ پہر کو شعبہ نظامت کے اجلاس کی صدارت کی۔ بعد نمازِ عشاء مرکز میں قیام پذیر ساتھیوں کے ساتھ عشائیہ پر مختصر ملاقات ہوئی۔

جمعۃ المبارک 05 دسمبر: صبح مرکز میں جاری رجوع الی القرآن کورس کے طلبہ کے ساتھ سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ نمازِ جمعہ سے قبل مشیر خصوصی ایوب بیگ مرزا صاحب کے ساتھ مختصر ملاقات ہوئی۔ تقریر اور خطبۂ جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن لاہور میں ارشاد فرمایا اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔ دوپہر کو شعبہ سمع و بصر، سہ پہر کو ماہنامہ میثاق سے متعلق اور شام کو مرکزی شعبہ نشر و اشاعت کے اجلاسوں کی صدارت کی۔ بعد نمازِ عشاء دیرینہ رفیق تنظیم شیخ رحیم الدین صاحب سے عشائیہ پر ملاقات ہوئی۔

ہفتہ 06 دسمبر: دن کو حلقہ پنجاب جنوبی کے تنظیمی دورہ کے لیے روانگی ہوئی۔ اوّل وہاڑی جانا ہوا جہاں دیرینہ رفیق تنظیم (مرحوم) ڈاکٹر مظہر صاحب کے انتقال پر تعزیت کے لیے ان کے صاحبزادوں سے اُن کے گھر پر ملاقات ہوئی۔ مختصر تذکیری گفتگو بھی کی۔ بعدازاں ملتان روانگی ہوئی۔ نائب ناظم اعلیٰ وسطی پاکستان زون محترم ناصر بھٹی صاحب بھی ہمراہ تھے۔ بعد نمازِ مغرب تا بعد نمازِ عشاء تک قرآن اکیڈمی، آفیسرز کالونی، ملتان میں حلقہ پنجاب جنوبی کے ذمہ داران سے ملاقات ہوئی۔ تعارف اور سوال وجواب کی نشست کا اہتمام ہوا۔

اتوار 07 دسمبر: صبح 9 بجے تا نمازِ ظہر تک قرآن اکیڈمی، بہاؤ الدین زکریا کیمپس، ملتان میں حلقہ پنجاب جنوبی کے کل رفقاء کے اجتماع کی صدارت کی۔ حلقہ اور نئے رفقاء کے ساتھ تعارف، سوال وجواب کی بھرپور نشست اور بیعت مسنونہ کا اہتمام ہوا۔ صدر انجمن خدام القرآن ملتان، ڈاکٹر طاہر خاکوانی صاحب بھی ہمراہ رہے۔ دوپہر کو انجمن خدام القرآن کے ذمہ داران سے مختصر ملاقات رہی۔ شام کو کراچی روانگی ہوئی۔

پیر 08 دسمبر: دن کو مرکزی اسرہ اور دین حق ٹرسٹ کے علیحدہ علیحدہ آن لائن خصوصی اجلاسوں کی صدارت کی۔

منگل 09 دسمبر: رات کو شعبہ مالیات سے متعلق ایک خصوصی آن لائن اجلاس کی صدارت کی۔

معمول کی سرگرمیاں: نائب امیر صاحب نیز ناظم اعلیٰ صاحب سے مستقل آن لائن رابطہ رہا اور دیگر تنظیمی امور انجام دیئے۔ متفقہ ترجمہ و نصاب قرآنی کے حوالہ سے ذمہ داریاں انجام دیں۔ معمول کی کچھ ریکارڈنگز کرائیں۔ چند بیماروں کی عیادت اور مرحومین کے حوالہ سے تعزیت کا اہتمام کیا۔ گھریلو اسرہ کا اہتمام بھی جاری ہے۔ الحمد للہ!

ہفت روزہ ”ندائے خلافت“

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب،
ایک علمی، دعوتی اور تربیتی رسالہ!

صرف آپ ہی کے زیرِ مطالعہ کیوں؟

وقت اور حالات کی اشد ضرورت ہے کہ اِسے ایک مشن سمجھ کر واعظین و مربیین، تعلیمی اداروں، لائبریریوں، مکتبہ جات اور ہر گھر و فرد اور خاص طور پر الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر اپنے دوست، احباب اور اعزہ و اقرباء تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ ان شاء اللہ!

بات میں اثر کیسے پیدا ہوتا ہے؟

مولانا ابن الحسن عباسیؒ

دمشق کی ایک چھوٹی سی مسجد میں شیخ علی ؒ نمازِ فجر کے بعد درس دیا کرتے تھے۔

اس درس کو سننے کے لیے لوگ دُور دُور سے آتے۔ مسجد بھر جاتی۔ سڑکوں پر چٹائیاں بچھا کر سامعین کا ہجوم شیخ کی گفتگو میں محو ہوتا۔ شیخ کی باتیں دل سے نکلتیں اور سننے والوں کی زندگیاں بدلتیں۔

آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ پھوٹتا اور باطن کی گندگیوں کو صاف کرتا چلا جاتا۔

لوگ واپس ہوتے تو اُن کے دامن میں بے حسی اور غفلت کی حیات پر ندامت کی سوغات ہوتی۔ اور دل میں عمل صالح کے عزم و جذبہ کا تحفہ ہوتا۔ اسی سوغات اور اسی تحفے کو لینے کے لیے خلق خدا پروانہ وار آتی۔

شیخ کے ایک شاگرد نے اُن سے پوچھا:

”ہم کئی اہل علم کے مواعظ اور تقریریں سنتے ہیں۔ لیکن جو تاثیر آپ کے بیان میں ہے۔ وہ کہیں نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟“

شیخ نے ابتدا میں اُنہیں ٹال دیا۔ لیکن اصرار کرنے کے بعد فرمایا:

”بھائی! آپ اصرار کر رہے ہیں تو بتائے دیتا ہوں کہ اس درس کے لیے میں رات کے آخری پہر قرآن کریم کے دس پارے پڑھتا ہوں۔ اس کے بعد اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہوں کہ میرا یہ درس اور گفتگو سننے والوں کے لیے مفید ثابت ہو۔“

ظاہر ہے ایسے اللہ والے کے وعظ میں اثر کیوں نہ ہوگا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ فرمایا کرتے تھے کہ حق بات۔ حق طریقے اور حق نیت سے کہی جائے۔ تو کبھی بے اثر نہیں جاتی۔

بات اثر نہ کرے تو سمجھ لیجیے ان تین میں سے کسی ایک میں کمی ہے۔ یا بات حق نہیں۔ یا طریقہ اور کہنے کا انداز مناسب نہیں۔ اور یا پھر نیت میں اخلاص کی بجائے کھوٹ ہے۔ اگر تحریر یا بیان صرف لفظوں کی بناوٹ پر مشتمل ہو۔ خلوص کی بارش اور جذبے کی حرارت اس میں موجود نہیں تو یہ تُک بندی تو ہو سکتی ہے، عمل پر لانے والی نہیں۔

اخبارِ اسلام

غزہ: اصل صورتحال کیا ہے؟ (بشکریہ: فرینڈز آف فلسطین)

● اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں مقبوضہ فلسطینی علاقوں سے اسرائیلی افواج کے انخلا کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس قرارداد کے حق میں 151 ممالک نے ووٹ دیا، گیارہ نے قرارداد کی مخالفت کی جبکہ گیارہ ممالک نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ قرارداد میں مشرقِ وسطیٰ امن عمل کے تمام معاملات پر قابلِ اعتماد مذاکرات فوری طور پر شروع کرنے اور ماسکو میں بین الاقوامی امن کانفرنس بلانے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ جنرل اسمبلی نے اسرائیل سے مطالبہ کیا کہ وہ بین الاقوامی قوانین کی پاسداری کرے، غیر قانونی قبضہ ختم کرے، نئی آبادکاری روکے اور مقبوضہ فلسطینی علاقوں سے تمام یہودی آبادکاروں کو نکال دے۔

● گزشتہ سال دنیا بھر میں 67 صحافیوں کو قتل کیا گیا جن میں سے نصف کے قریب فلسطین میں اسرائیلی فوج کے ہاتھوں جاں بحق ہوئے۔

● سابق امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن نے اعتراف کیا ہے کہ اسرائیل کے حوالے سے امریکی عوام کے خیالات میں نمایاں تبدیلی آئی ہے اور یہ تبدیلی اسرائیلی پالیسیوں اور غزہ میں جاری انسانی بحران کے تناظر میں منفی رخ اختیار کر چکی ہے۔ یہ صورتحال واضح پیغام دیتی ہے کہ ظلم، جارحیت اور انسانی حقوق کی پامالی کے مقابلے میں عالمی شعور اب زیادہ بیدار ہو چکا ہے اور آوازیں اب کھل کر فلسطین کے حق اور انصاف کے لیے اُٹھنے لگی ہیں۔

● قابض اسرائیلی فوجی ذرائع کے مطابق، مشرقی رفح میں گزشتہ چند ماہ سے اسرائیل کے ساتھ تعاون کرنے والے ''القوات الشعبية'' نامی گروہ کے سربراہ یاسر ابوشباب کو نامعلوم مسلح افراد نے قتل کر دیا ہے۔ ابوشباب کی ہلاکت کو ''اسرائیل کے لیے ایک ناخوشگوار پیش رفت'' سمجھا جا رہا ہے۔

● بیلجیم کی بائیں بازو کی سیاسی جماعت ورکرز پارٹی آف بیلجیم سے تعلق رکھنے والے یورپی پارلیمنٹ کے سابق رکن مارک بوٹینگا نے کہا ہے کہ ہم اسرائیل کے ایٹمی ہتھیاروں کو کیوں قبول کیے بیٹھے ہیں؟ جوہری معاہدہ ایران نے نہیں، امریکہ نے توڑا، پھر ایران پر پابندیاں کیوں؟ اسرائیلی حملوں پر یورپی یونین کی خاموشی کیوں؟ مغربی پابندیاں حکومتوں کو نہیں بلکہ عام ایرانیوں کی دوائیوں اور بنیادی ضرورتوں تک رسائی کو متاثر کر رہی ہیں اور خطے میں عدم استحکام بڑھا رہی ہیں۔

● امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے ایک تقریب میں اعتراف کیا ہے کہ اسرائیل کو جدید ترین اور خطرناک ہتھیاروں کی فراہمی صرف ایک معمولی تعاون نہیں بلکہ ایک باقاعدہ اور مضبوط عسکری شراکت داری تھی۔

● اسرائیلی فوج کے سربراہ نے خبردار کیا ہے کہ کسی بھی وقت اچانک جنگ بھڑک سکتی ہے اور اس ممکنہ صورتحال کے پیشِ نظر فوج کو تمام محاذوں پر مکمل چوکس اور اعلیٰ ترین سطح کی تیاری برقرار رکھنے کی ہدایت جاری کی گئی ہے۔

● اقوام متحدہ کے ایمرجنسی ریلیف کوآرڈینیٹر اور انسانی بحران کے امور کے سربراہ ٹام فلیچر نے واضح کیا ہے کہ غزہ میں حماس کی جانب سے امداد پر قبضے کا کوئی ثبوت موجود نہیں بلکہ اصل مسئلہ اسرائیلی پابندیاں اور بندشیں ہیں، کیونکہ سرحدی گزرگاہیں اسرائیل خود بند رکھتا ہے۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

● **امریکہ: صدر سے مشرق وسطیٰ میں آپریشن کا اختیار واپس لینے کا فیصلہ:** ڈیموکریٹس اور ریپبلکنز نے دفاعی بجٹ کے مسودے پر اتفاق کرتے ہوئے طے کیا ہے کہ امریکی صدر کے بیرون ملک طاقت کے استعمال کے قوانین ختم کئے جائیں گے، ڈونلڈ ٹرمپ مشرق وسطیٰ میں فوجی آپریشن کا فیصلہ تنہا نہیں کر سکیں گے۔ واضح رہے کہ ڈونلڈ ٹرمپ نے مشرق وسطیٰ سے متعلق نیا دعویٰ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہمارے پاس مشرق وسطیٰ میں عظیم بننے کا حقیقی موقع ہے۔

● **ایران: ڈالر کے مقابلے میں، ایرانی ریال تاریخ کی کم ترین سطح پر آ گیا:** اوپن مارکیٹ میں ایک امریکی ڈالر کے مقابلے میں ایرانی ریال کی قیمت 12 لاکھ 50 ہزار کے قریب ریکارڈ کی گئی۔ 2018ء میں جب امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی انتظامیہ نے ایران پر سخت پابندیاں نافذ کیں تو ایک ڈالر تقریباً 55 ہزار ایرانی ریال کے برابر تھا، اس کے بعد سے ایرانی ریال مسلسل زوال کا شکار ہے۔

● **سعودی عرب: روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے نئے اوقات مقرر:** مسجد نبوی میں روضہ رسول ﷺ کی زیارت اور ریاض الجنہ میں نوافل کی ادائیگی کے نئے اوقات مقرر کئے گئے ہیں۔ اب مردوں کے لیے 'زیارت' کا وقت شب 2 بجے سے نماز فجر تک اور دن میں وقت 11 بجے سے عشاء تک ہوگا۔ جبکہ خواتین کے لیے زیارت کا وقت فجر کے بعد سے دن 11 بجے اور عشاء کے بعد رات 2 بجے تک ہوگا۔ مرد زائرین نماز جمعہ کے بعد سے عشاء تک زیارت کر سکیں گے جبکہ خواتین جمعہ کو نماز فجر کے بعد سے صبح 9 بجے تک زیارت کر سکیں گی۔

● **بھارت: مغربی بنگال میں ''نئی بابری مسجد'' کا سنگ بنیاد:** 1992ء میں ایودھیا میں بابری مسجد کے انہدام کی 33 ویں برسی کے موقع پر ریاست مغربی بنگال کے ضلع مرشد آباد میں ''نئی بابری مسجد'' کا سنگ بنیاد رکھا گیا، ترنمول کانگریس (ٹی ایم سی) کے معطل ایم ایل اے ہمایوں کبیر نے مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب کا اہتمام کیا جس میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی، سینکڑوں شرکاء علامتی طور پر اینٹیں اُٹھائے تقریب میں پہنچے۔ مسجد کے منتظم ہمایوں کبیر نے دعویٰ کیا کہ یہ چھوٹے پیمانے پر بابری مسجد کی ریپلیکا ہو گی۔

● **شام: اسرائیلی سرحدی پالیسی شام کے لیے خطرناک ہے: احمد الشرع:** عبوری صدر احمد الشرع نے دوحہ فورم میں گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ شام اسرائیل کے ساتھ 1974ء کے معاہدے کا مکمل احترام کرتا ہے تاہم اسرائیل کی سرحدی پالیسی شام کو خطرے میں ڈال رہی ہے۔ اسرائیل کی کوشش ہے کہ وہ جنوبی شام میں ایک حفاظتی زون قائم کرے، شام کو شدید خطرے میں ڈال سکتی ہے۔

● **اسرائیل: ٹونی بلیئر کو 'غزہ امن کونسل' سے ہٹا دیا گیا:** یہودی اخبار یدیعوت احرونوت نے رپورٹ کیا کہ ٹونی بلیئر اب اُس کونسل کی رکنیت کے لیے زیرِ غور نہیں ہیں، جس کی تجویز امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے دی تھی۔ واضح رہے کہ عرب اور مسلم ممالک نے ٹونی بلیئر کے کردار پر اعتراض کیا تھا، توقع ہے کہ وہ اس کے بجائے چھوٹی ایگزیکٹو کمیٹی میں شامل ہوں گے۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

Twelve qualities of successful believers

The Islamic faith outlines twelve key qualities of successful believers, primarily found in Surahs Al-Mu'minun (The Believers) and Al-Furqan (The Criterion) of the Holy Qur'an. These qualities encompass both an individual's personal devotion and their social interactions.

The twelve qualities are:

Humility in Prayer: Believers approach their formal prayers (Salah) with 'khushoo' – complete solemnity, devotion, and submissiveness.

Avoidance of Vain Talk: They refrain from 'laghw', which includes dirty, false, evil, and all meaningless or idle talk and activities that distract from their purpose.

Purification of Wealth (Zakat): They actively pay the Zakat (alms) to purify their wealth and help the poor and needy.

Guarding Chastity: They strictly guard their private parts and maintain modesty, refraining from illegal sexual acts, except within the bounds Provided by Allah and His Messenger

Faithfulness to Trusts and Covenants: They are honest and faithfully true to their 'Amanaat' (trusts, duties, and responsibilities) and their covenants and promises.

Strict Observance of Prayers: They are protective over their five compulsory daily prayers, ensuring they are performed at their fixed, stated hours without delay.

Humble Conduct: In their daily lives, they walk on the earth humbly and do not act arrogantly or boastfully.

Peaceful Response to Ignorance: When addressed by ignorant people or faced with abuse, they respond with peaceful words and dignity, avoiding disputes.

Worship at Night: They dedicate a portion of their nights to the worship of Allah, seeking refuge from Hellfire.

Moderate Spending: They are neither extravagant nor miserly, but maintain a just and moderate way of spending their wealth.

Avoidance of Major Sins: They do not invoke any other deity besides Allah, nor kill any person unlawfully, nor commit adultery.

Bearing Witness to The Truth: They do not become witness to falsehood and uphold justice, even if it is against themselves or their kin.

These qualities, when practiced consistently, are described as the path to inheriting the highest level of Paradise (Al-Firdaus) and dwelling there forever.

(Ref: Selected From Social Media)

Vol: 34 | Regd. No. C.P.L NO.114 | No.48

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ACEFYL

SUGAR FREE
COUGH SYRUP

Acefylline piperazine 45mg + Diphenhydramine HCl 8mg

پاکستان کا مقبول ترین

کھانسی کا شربت

شوگر فری

میں بھی دستیاب ہے

ہر قسم کی کھانسی میں

یکساں مفید

PHARMA